AHMADIYYA MUSLIM COMMUNITY

Invites the general public to visit our booth and volunteers to help at the Miami Book Fair International, the nation's finest literary event of its kind that welcomes hundreds of thousands of book lovers from USA and all around the world who attend reading and discussion sessions.

Where: **401 N.E. 2nd Avenue**
Downtown Miami, FL 33132
Miami Dade College Campus (section B)
When: November 21st – 23rd
Time: 10 am – 6 pm

The Promised Messiah has come
Love for all Hatred for none

Miami Chapter Information:
Baitul Naseer Mosque
208 NW 7th Court
Hallandale Beach, FL 33009
Phone: (954) 241 7373
Email: miami@ahmadiyya.us
www.amcmiami.info

Al Hilal

Fall Issue: If I Could Change the World

"With so much unrest around the world, from Gaza to Ferguson, Missouri and Pakistan to Ukraine, what are some ways you would change these current circumstances for good? What solutions can you provide that would be a step in the right direction towards World Peace? What are some solutions and suggestions Islam Ahmadiyyat provides? Please feel free to use Islamic references as needed."

As always we welcome original artwork, poetry, photography and adult submissions with a young audience in mind. We ask parents to advocate for honesty and integrity and encourage young people to submit their original work with appropriate references.

Please send submissions to thealhilal@yahoo.com by October 15, 2014.

Philadelphia Tabligh Trip

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ (2:258)

النــــور

ستمبر 2014

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرس

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ

(الزمر:54)

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یقیناً اللہ تمام گناہوں کو بخش سکتا ہے۔

وَلَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ۝ (یوسف:88)

اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یقیناً اللہ کی رحمت سے کوئی مایوس نہیں ہوتا مگر کافر لوگ۔

{700 احکامِ خُداوندی صفحہ 78-79}

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر
امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد

مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا

معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ: karimzirvi@yahoo.com

OR

Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

قرآن کریم

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ (النحل آیت 93)

اور تم اس ڈر سے کہ کوئی قوم ایسی (نہ) ہو جائے جو (کسی) دوسری قوم سے زیادہ طاقتور ہو اپنی قسموں کو آپس میں دھوکا کرنے کا ذریعہ بناتے ہوئے اس عورت کی طرح مت بنو جس نے اپنا (محنت سے کاتا ہوا) سوت (اس کے) مضبوط ہو چکنے کے بعد توڑ کر پارہ پارہ کر دیا تھا اس (ذریعہ) سے اللہ (تعالیٰ عنقریب) تمہارا امتحان لے گا اور جس بات کے متعلق تم آپس میں اختلاف کرتے رہے ہو گے اس (کی حقیقت) کو وہ قیامت کے دن ضرور تمہارے سامنے کھول (کر رکھ) دے گا۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

اس آیت کے تین معنے ہو سکتے ہیں (۱) یہ جائز نہیں کہ تم کسی دوسری قوم سے اس لئے صلح کر لو کہ ابھی وہ طاقتور ہے تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ معاہدہ کے بعد جب وہ تمہاری طرف سے غافل ہو جائے گی تو تم اندر ہی اندر تیاری کر کے ایک دن اس پر حملہ کر کے اُسے تباہ کر دو گے۔ سیاسی دنیا اس قسم کی حرکات ہمیشہ سے کرتی آئی ہے۔ اسلام کی بنیاد چونکہ عدل۔ احسان اور ایتاء ذی القربیٰ پر ہے وہ اس فعل کو خواہ وہ دشمن اسلام کے مقابل پر کیا جائے ناپسند کرتا اور اس سے منع فرماتا ہے۔ (2) دوسرے معنے اس کے یہ ہیں کہ ایسے معاہدات نہیں کرنے چاہئیں کہ جن کی غرض یہ ہو کہ کسی کمزور قوم کے ساتھ بظاہر تو معاہدہ کیا جائے اور دراصل غرض اس کے ملک پر قبضہ کرنے کی ہو۔ جیسا کہ یوروپین قومیں آج کل کر رہی ہیں۔ (3) تیسرے معنے اس کے یہ ہیں کہ ایسے معاہدات ہرگز جائز نہیں جن کی غرض معاہدہ قوم کو کمزور کرنا ہو۔ چاہئیے کہ جس سے صلح کرو اس سے پوری صلح کرو۔ اس آیت سے کس قدر زبردست اخلاقی تعلیم دی ہے اور بتایا ہے کہ قومی برتری بے شک اچھی چیز ہے لیکن دھوکے اور فریب سے اس کا حصول ہرگز جائز نہیں معاہدات کی غرض قیام امن ہونا چاہیئے نہ کہ دوسرے کا نقصان یا فریب دہی۔

اس کے مقابل میں دیکھو یورپ آج کیا کر رہا ہے۔ معاہدات کر کے کمزور قوموں کو تباہ کیا جاتا ہے۔ جیسے چین میں ہوا، مصر میں ہوا، ترکی میں ہوا اور ایران میں ہوا۔ اور ایک زمانہ میں ہندوستان میں بھی ہو چکا ہے اور آجکل پھر پولینڈ، فرانس۔ فن لینڈ۔ ناروے۔ رومانیہ، چیکوسلوا کیہ وغیرہ ممالک سے ایسے ہی واقعات پیش آ رہے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ:

(1) کوئی معاہدہ اس نیت سے نہ کیا جائے جس کا مقصد کسی دوسری طاقت کو دھوکا دے کر کمزور کرنا ہو۔ (2) کسی کمزور قوم سے کوئی ایسا معاہدہ نہ کیا جائے جس کا مقصد یہ ہو کہ اس قوم کو اس معاہدہ کے پیچ میں لا کر اپنے ماتحت کر لیا جائے۔ (3) کوئی معاہدہ اس نیت سے نہ کیا جائے جس کا مقصد کسی دوسری طاقت کو ترقی سے روکنا ہو۔ قیام امن کیلئے کیا ہی لطیف تعلیم دی ہے۔ اگر اس کی پابندی کی جائے تو تمام فسادات یکدم مٹ سکتے ہیں۔ اتحادیوں اور ایتلافیوں کی سابق عالمگیر اور موجودہ لڑائی ایسے ہی معاہدات کے نتیجہ میں پیدا ہوئی اور ہو رہی ہے۔ معاہدہ وارسائی نہ ہوتا تو یہ نئی جنگ بھی نہ ہوتی۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ ایسے معاہدات جائز ہی نہیں۔ معاہدہ نیک نیتی پر مبنی ہونا چاہیئے اور اس کا واحد مقصد قیام امن ہونا چاہیئے۔

(تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ 230)

احادیث حضرت خاتم النبیین

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ : کَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یُذَکِّرُنَا فِیْ کُلِّ خَمِیْسٍ مَرَّۃً ۔ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ : یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَوَدِدْتُ اَنَّکَ ذَکَّرْتَنَا کُلَّ یَوْمٍ فَقَالَ : اَمَا اِنَّہٗ یَمْنَعُنِیْ مِنْ ذٰلِکَ اَنِّیْ اَکْرَہُ اَنْ اُمِلَّکُمْ وَاِنِّیْ اَتَخَوَّلُکُمْ بِالْمَوْعِظَۃِ کَمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَخَوَّلُنَا بِھَا مَخَافَۃَ السَّاٰمَۃِ عَلَیْنَا۔

(مسلم کتاب الصفة القیامة باب الاقتصاد الموعظة)

حضرت ابووائلؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ ہر جمعرات ہم میں وعظ کیا کرتے تھے۔ آپ کو ایک شخص نے کہا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ ہر روز وعظ کیا کریں۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ تمہاری اُکتاہٹ کا موجب بنوں۔ اس لئے وقفہ دے کر تم میں وعظ کہتا ہوں جس طرح آنحضرت ﷺ وقفہ وقفہ کے بعد ہم میں وعظ فرمایا کرتے تھے اس خیال سے کہ کہیں ہم اکتا نہ جائیں۔

عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ : فَوَاللّٰہِ لَاَنْ یَّھْدِیَ اللّٰہُ بِکَ رَجُلًا وَاحِدًا خَیْرٌ لَّکَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ۔

(مسلم کتاب الفضائل باب فضائل علیؓ بن ابی طالب و بخاری کتاب الجهاد)

حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا خدا کی قسم! تیرے ذریعہ ایک آدمی کا ہدایت پا جانا اعلیٰ درجے کے سرخ اونٹوں کے مل جانے سے زیادہ بہتر ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ دَعَا اِلٰی ھُدًی کَانَ لَہٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَہٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئًا ۔ وَمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَۃٍ کَانَ عَلَیْہِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَہٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اٰثَامِھِمْ شَیْئًا۔

(مسلم کتاب العلم باب من حسنة او سیئة)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص کسی نیک کام اور ہدایت کی طرف بلاتا ہے اس کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا ثواب اس بات پر عمل کرنے والے کو ملتا ہے اور ان کے ثواب میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوتا۔ اور جو شخص کسی گمراہی اور برائی کی طرف بلاتا ہے اس کو بھی اسی قدر گناہ ہوتا ہے جس قدر کہ اس برائی کے کرنے والے کو ہوتا ہے اور اس کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں آتی۔

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کھول کر دیکھو براہیں جو کہ ہے میری کتاب   اس میں ہے یہ پیشگوئی پڑھ لو اس کو ایک بار
اب ذرا سوچو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے   اس قدر امرِ نہاں پر کس بشر کو اِقتدار
قدرتِ رحمان و مکرِ آدمی میں فرق ہے   جو نہ سمجھے وہ غبی از فرق تا پا ہے حمار
سوچ لو اے سوچنے والو کہ اب بھی وقت ہے   راہِ حرماں چھوڑ دو رحمت کے ہو اُمّید وار
سوچ لو یہ ہاتھ کس کا تھا کہ میرے ساتھ تھا   کس کے فرماں سے میں مقصد پا گیا اور تم ہو خوار
یہ بھی کچھ ایماں ہے یارو ہم کو سمجھائے کوئی   جس کا ہر میداں میں پھل حرماں ہے اور ذلّت کی مار
غل مچاتے ہیں کہ یہ کافر ہے اور دجّال ہے   میں تو خود رکھتا ہُوں ان کے دِیں سے اور ایماں سے عار

گر یہی دِیں ہے جو ہے انکی خصائل سے عیاں
مَیں تو اِک کوڑی کو بھی لیتا نہیں ہُوں زینہار

جان و دِل سے ہم نثارِ ملّتِ اسلام ہیں   لیک دِیں وہ رہ نہیں جس پر چلیں اہلِ نقار
واہ رے جوشِ جہالت خوب دکھلائے ہیں رنگ   جُھوٹ کی تائید میں حملے کریں دیوانہ وار
ناز مت کر اپنے ایماں پر کہ یہ ایماں نہیں   اس کو ہیرا مت گماں کر ہے یہ سنگِ کوہسار
پیٹنا ہوگا دو ہاتھوں سے کہ ہے ہے مر گئے   جبکہ ایماں کے تمہارے گند ہوں گے آشکار
ہے یہ گھر گِرنے پہ اے مغرور لے جلدی خبر   تا نہ دَب جائیں ترے اہل و عیال و رشتہ دار
یہ عجب بد قسمتی ہے کس قدر دعوت ہوئی   پر اُترتا ہی نہیں ہے جامِ غفلت کا خمار

ہوش میں آتے نہیں سَو سَو طرح کوشش ہوئی
ایسے کچھ سوئے کہ پھر ہوتے نہیں ہیں ہوشیار

ارشاداتِ عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

براہین احمدیہ صفحہ 227 میں ایک آریہ کے متعلق ایک پیشگوئی ہے جس کا نام ملاوامل ہے۔ وہ ابھی تک بقید حیات ہے یہ شخص دق کے مرض میں مبتلا ہو گیا تھا ایک دن وہ میرے پاس آکر اور زندگی سے نا اُمید ہو کر بہت بیقراری سے رویا مجھے یاد پڑتا ہے کہ اُس نے اُس روز متوحش خواب بھی دیکھا تھا جہاں تک مجھے یاد ہے خواب یہ تھا کہ اُس کو ایک زہریلے سانپ نے کاٹا ہے اور تمام بدن میں زہر سرایت کر گیا ہے۔ اس خواب نے اُس کو نہایت غمگین کر دیا تھا۔ اور پہلے سے ایک نرم تپ نے جو کھانے کے بعد تیز ہو جاتی تھی سخت گھبراہٹ میں اُس کو ڈالا ہوا تھا اس لئے وہ بیقراری اور قریب قریب مایوسی کی حالت میں تھا وہ میرے پاس آکر رویا اسلئے میرا دل اُسکی حالت پر نرم ہوا اور مَیں نے حضرت احدیت میں اُس آریہ کے حق میں دُعا کی جیسا کہ اُس پہلے آریہ کے حق میں دُعا کی تھی جس کا نام شرمپت ہے تب مجھے یہ الہام ہوا جو براہین کے صفحہ 227 میں موجود ہے قُلْنَا یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا یعنی ہم نے تپ کی آگ کو کہا کہ سرد اور سلامتی ہو۔ چنانچہ اُسی وقت اُس کو جو موجود تھا اُس الہام سے خبر دی گئی اور کئی اور لوگوں کو اطلاع دی گئی کہ وہ ضرور میری دُعا کی برکت سے صحت پا جائے گا چنانچہ بعد اس کے ایک ہفتہ نہیں گزرا ہوگا کہ وہ آریہ خدا کے فضل سے صحت پا گیا۔ اگرچہ اب آریوں کی ایسی حالت ہے کہ اُن کو سچی گواہی ادا کرنا موت سے بدتر ہے لیکن میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ واقعہ سراسر صحیح ہے اور ایک ذرّہ اس میں آمیزش مبالغہ نہیں اگر ان واقعات کے مضمون کے کسی حصہ میں مجھے شک ہوتا تو میں ان واقعات کو ہرگز نہ لکھتا اور مبالغہ کرنا اور اپنی طرف سے زیادہ باتیں ملا دینا لعنتی انسانوں کا کام ہے اور یہ دونوں واقعات شرمپت اور ملاوامل کے 17 برس سے براہین احمدیہ میں لکھے ہوئے ہیں پس جو لوگ ان شبہات میں پڑتے ہیں کہ مخالفوں کیلئے ضرر رسانی کے ہی الہام ہوتے ہیں وہ ان دونوں الہاموں پر غور کریں کیونکہ یہ دونوں آریہ ہیں ہمارا کام تمام مخلوق کی ہمدردی ہے بھلا آریہ ہی کوئی مثال دیں کہ اُنہوں نے اس قسم کی ہمدردی کسی مسلمان سے کی ہو۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ سچی محبت سے خُدا کے بندوں کی خیر خواہی کرنا بجز سچے مسلمان کے کسی سے ممکن ہی نہیں ہاں ریاکاری کے ساتھ ممکن ہو تو ہو مگر دل کے پاک انشراح سے ٹھیک ٹھیک اصول پر قدم مار کر دُوسروں کو یہ باتیں حاصل نہیں ہو سکتیں مسلمان بالطبع مدارات کو چاہتے ہیں اسلئے کھانے پینے میں بھی ہندوؤں سے پرہیز نہیں کرتے مگر ہندوؤں میں نفرت بھی ایک بُخل کی نشانی ہے۔ ہاں کسی نافرمان پر خدا کا غضب ہونا خواہ وہ مسلمان ہو یا عیسائی یا ہندو یہ اور بات ہے ہمدردی کے اصول سے اس کو کچھ تعلق نہیں۔

(روحانی خزائن جلد 12 سراج منیر صفحہ 62-63)

خطبہ جمعہ

قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی وسیع اور بے انتہا مغفرت اور رحمت کا تذکرہ

بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع تر ہے۔ بیشک رمضان میں نیکیوں کے کئی گنا ثواب ہیں۔ بیشک رمضان رحمت اور مغفرت کے حصول اور جہنم سے دُوری کا ذریعہ ہے لیکن ان باتوں سے مستقل فائدہ وہی اٹھانے والے ہوتے ہیں جو ایک لگن کے ساتھ اس کے حصول کی کوشش کریں

مایوسیاں ہی گناہوں کے کرنے اور زندگی کی ناکامیوں کی بسا اوقات وجہ بنتی ہیں۔ لیکن جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نیچے آجائے، مایوسیاں اور ناکامیاں اس سے دُور بھاگتی ہیں

مکرم محمد امتیاز احمد صاحب ابن مکرم مشتاق احمد صاحب طاہر آف نوابشاہ کی شہادت۔ مکرم نصیر احمد انجم صاحب استاد جامعہ احمدیہ ربوہ اور مکرم صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب کی وفات۔

مرحومین کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 18 رجولائی 2014ء بمطابق 18 وفا 1393 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ

وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا۔ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ۔ (الزمر: 54-55)

ان آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ تو کہہ دے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یقیناً اللہ تمام گناہوں کو بخش سکتا ہے یقیناً وہی بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اور اپنے ربّ کی طرف جھکو اور اس کے فرمانبردار ہو جاؤ پیشتر اس کے کہ تم تک عذاب آ جائے پھر تم کوئی مدد نہیں دیئے جاؤ گے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مختلف آیات میں مختلف مضامین کے حوالے سے مختلف بندوں کو یہ امید دلائی ہے کہ وہ بے انتہا بخشنے والا اور اپنے بندوں پر بے انتہا رحم کرنے والا ہے۔ یہ آیات جو مَیں نے تلاوت کی ہیں اس کی پہلی آیت میں یہی مضمون بیان ہوا ہے اور اس میں ہر اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے کا، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش سے فیض پانے کا ایک خوبصورت پیغام ہے جو گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی سزا سے خوفزدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندو! میری رحمت سے مایوس نہ ہو۔ مَیں مالک ہوں، مَیں طاقت رکھتا ہوں کہ تمہارے گناہ بخش دوں اور تمہیں اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹ لوں۔ پس کیا خوبصورت پیغام ہے جو امیدوں کو بڑھاتا ہے اور مایوسیوں کا خاتمہ کرتا ہے۔ یہی پیغام ہے جو انسانوں کو کہہ رہا ہے کہ مایوسی گناہ ہے۔ یہی پیغام ہے جو ہمیں کمزوریوں سے بھی بچانے کی طرف لے جانے والا ہے اور زندگی کی ناکامیوں سے بھی دُور رکھنے والا ہے۔ کیونکہ مایوسیاں ہی بسا اوقات گناہوں کے کرنے اور زندگی کی ناکامیوں کی وجہ بنتی ہیں۔ لیکن جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نیچے آ جائے، مایوسیاں اور ناکامیاں اس سے دُور بھاگتی ہیں۔ یہی پیغام ہے جو

ہمیں خدا تعالیٰ کے حکموں پر چلنے اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کے راستے دکھا رہا ہے تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے چلے جانے والے بن کر اس کی رحمتوں سے فیض پاتے چلے جائیں۔ پس یہ پیغام تمام بھٹکے ہوؤں کے لئے روشن راستہ ہے۔ یہ پیغام تمام روحانی مُردوں کے لئے زندگی کا پیغام ہے یہ پیغام شیطان کے پنجے میں جکڑے ہوؤں کے لئے آزادی کی نوید ہے۔ کیا ہی پیارا ہمارا خدا ہے جو ہم پر اپنے پیار کی اس طرح نظر ڈالتا ہے جو بار بار اپنے ماننے والوں کو کہتا ہے کہ وَلَا تَيْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ (یوسف:88)۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید مت ہو کیونکہ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُوْنَ (یوسف:88)۔ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کافروں کے سوا کوئی نا امید نہیں ہوتا۔

پس اگر ایمان کا دعویٰ ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی ہر وقت امید رکھو۔ تم اپنی بشری کمزوریوں کی وجہ سے بعض برائیوں میں مبتلا ہو گئے ہو لیکن بھٹکے ہوؤں میں تو نہیں ہو، گمراہوں میں تو نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس تو صرف بھٹکے ہوئے لوگ ہوتے ہیں۔ وہ لوگ ہیں جن کو خدا تعالیٰ پر یقین نہیں ہے، خدا تعالیٰ کی رحمانیت پر یقین نہیں ہے۔ یہ مایوسی بھٹکے ہوؤں کا شیوہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ (الحجر:57) اور گمراہوں کے سوا اپنے ربّ کی رحمت سے کون نا اُمید ہوتا ہے۔ پس یقیناً پریشان حالوں اور اپنی حالتوں کی وجہ سے بے چین لوگوں کے لئے اس سے بڑھ کر ہمدردی اور تسکین قلب کا اور کوئی پیغام نہیں ہوسکتا۔

پھر ہمارا خدا ہماری تسکین کے لئے ہمیں یہ بھی کہتا ہے کہ وہ تمہارے برے اعمال کی وجہ سے تمہیں فوری پکڑ کر سزا نہیں دیتا بلکہ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ (الکھف:59)۔ کہ اور تمہارا خدا بہت ہی بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے کیونکہ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (الانعام:55)۔ کہ تمہارے ربّ نے اپنے آپ پر تمہارے لئے رحمت کو فرض کر لیا ہے۔ پس تمہارے جہالت سے کئے گئے گناہوں کو وہ معاف کرتا ہے۔ پس اپنی اصلاح کی طرف توجہ کرو۔ اگر اصلاح کرتے ہوئے اس کی رحمت پر نظر ہوگی تو وہ غفور الرحیم ہے۔ بہت بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

اور صرف یہی نہیں کہ صرف وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے بلکہ فرماتا ہے وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (الاعراف:157)۔ کہ اور میری رحمت ہر چیز کو حاوی ہے۔ یہاں بات تو مومنوں سے بھی آگے نکل جاتی ہے۔ صرف مومنوں کی بات نہیں ہو رہی۔ یہ رحمت تو کافروں کو بھی پہنچتی ہے اور مومنوں پر تو پھر یہ فرض ہوگئی۔ وہ تمام گناہوں کو معاف کرسکتا ہے اور کرتا ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہ مالک ہے۔ اس کو معاف کرنے کے لئے کسی پابندی کی یا کسی شرط کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن کیا ایسے رحیم اور پیار کرنے والے خدا کے رحم اور پیار کا تقاضا نہیں کہ ہم اس کے کہنے پر چل کر اس کے حکموں پر عمل کر کے اس سے محبت کو بڑھائیں، اس کے اور قریب ہوں اور اپنے گناہوں اور اپنی کمزوریوں کو ختم کرنے کی حتی المقدور کوشش کریں۔

یہ ساری باتیں جو میں نے قرآن کریم کے حوالے سے کی ہیں اور اسی طرح جو احادیث ہم تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہنچتی ہیں یہ سب ہمیں یہی بتاتی ہیں کہ کوئی بھی شخص نا قابل اصلاح نہیں ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی شخص کی اصلاح نہ ہوسکے۔ ہر ایک کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ ہر ایک اللہ تعالیٰ کی عمومی رحمت سے جو ہر ایک کے لئے پھیلی ہوئی ہے اس کی رحمت کو اس سے بڑھ کر زیادہ بھی حاصل کرنے والا بن سکتا ہے بشرطیکہ وہ اپنے دل میں اور پھر عملی طور پر پاک تبدیلیاں لانے کی کوشش کرے۔

گزشتہ دنوں ڈنمارک کے ایک مذہبی اخبار میں ایک خاتون نے مضمون لکھا اور قرآن کریم کے بارے میں لکھا کہ اس میں بار بار سزا اور عذاب کا ذکر ہے اور محبت کا لفظ تو کہیں استعمال ہی نہیں ہوا یا ایک دو جگہ استعمال ہوا ہے۔ اور یہ کہنا کہ خدا پر ایمان ایک انسان کو اپنی مرضی اور آزادی اور خدا تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے ہے یہ کسی طرح بھی کم از کم مسلمانوں کے لئے درست نہیں ہوسکتا۔ بعض آیات بغیر سیاق وسباق کے لکھ کر یا غلط طور پر بیان کر کے اور اپنی طرف سے استنباط کر کے اسلام کے خدا کو صرف سزا دینے میں جلد باز اور سخت پکڑ والا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ بہر حال اس کا جواب تو وہاں کی جماعت دے رہی ہے لیکن یہ جو چند حوالے مَیں نے پیش کئے ہیں وہ جہاں مومنین کو امید افزاء پیغام دیتے ہیں وہاں اس جیسے مضمون نگاروں کو اور اسلام دشمنوں کو جو اسلام کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہیں اور اسلام اور قرآن سے بغض رکھتے ہیں ان کو جواب بھی دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو مالک ہے، بخشتا ہے۔ یہ ایسی صفت ہے جو تمام صفات پر حاوی ہے۔ معاف بھی کرتا ہے رحم بھی کرتا ہے۔ یہ بھی اس کا رحم ہے کہ

انسانوں کی بے انتہا بداعتدالیوں اور ظلموں کے باوجود انہیں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ ہاں یہ بیشک ہے کہ ان ظلموں اور حد سے زیادہ گناہوں میں پڑنے کی وجہ سے اور پھر اس ضد پر قائم رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ تمہیں سزا ملے گی۔ مسلسل گناہ اور ظلم کرتے چلے جاؤ اور کسی طرح باز نہ آؤ تو پھر سزا ملے یہ تو قانون قدرت ہے بلکہ دنیا کا بھی قانون ہے۔ لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ اتنا رحمان ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب دوزخ خالی ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ایسی وسیع اور لا انتہا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور بخشش کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اگر تم لوگ پھر میری رحمت اور بخشش سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو تمہارے لئے گناہوں اور ظلموں کی پھر سزا بھی ہے لیکن یہ میری رحمت ہے اور میری بخشش ہے جو تمہیں بار بار توجہ دلا رہی ہے کہ ان سے بچو۔ اس سے پہلے اپنے آپ کو محفوظ کر لو کہ کوئی عذاب تمہیں گھیرے۔ حد سے زیادہ ظلموں کی وجہ سے تم میری پکڑ میں نہ آ جانا۔ پس بچنے کی کوشش کرو۔ اب جو اس پر بھی اعتراض کرتے ہیں اس پر سوائے ان کی عقل کو اندھا اور بغض وعناد میں بھرے ہوئے ہونے کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ اپنے ملکوں کے قانون جو بناتے ہیں اس میں تو یہ جرموں کی سزا دینا چاہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے قانون کو توڑنے والوں اور ظلموں اور زیادتیوں میں بڑھنے والوں کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کیوں یہ کہتا ہے کہ مَیں سزا دوں گا، مَیں عذاب دوں گا۔

اسلام کا خدا کتنا بخشنہار ہے اس کی وضاحت اس روایت سے ہوتی ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے قتل کئے تھے۔ اب یہ مثالیں اس لئے دی جا رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے متعلق بھی بتایا جائے کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ فرمایا کہ اس نے ننانوے قتل کئے تھے پھر وہ توبہ کے متعلق پوچھنے کے لئے نکلا۔ ایک راہب کے پاس آ کر اس نے پوچھا کہ اب توبہ ہو سکتی ہے۔ اس راہب نے کہا: نہیں اب کوئی رستہ نہیں۔ اس نے اس کو بھی قتل کر دیا۔ وہ مسلسل اس کے بارے میں پوچھتا رہا کہ کیا توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں تو اسے ایک شخص نے کہا کہ فلاں بستی میں جاؤ۔ جب وہ جا رہا تھا تو اس کو راستے میں موت آ گئی۔ اس نے اپنے سینے کو اس بستی کی طرف کر دیا۔ جب مر کے گرا تو اس طرف گرا۔ رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے آ گئے۔ اس کے متعلق جھگڑنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو جس میں وہ جا رہا تھا حکم دیا کہ اس کے قریب ہو جا اور جس بستی سے وہ دُور جا رہا تھا اسے حکم دیا کہ اس سے دُور ہو جا۔ پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ ان دونوں بستیوں کے درمیان فاصلہ کی پیمائش کرو تو وہ اس بستی سے جس کی طرف وہ گناہ بخشوانے کے لئے جا رہا تھا ایک بالشت قریب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر اسے بخش دیا۔

(صحیح البخاری کتاب احادیث الانبیاء باب 52/54 حدیث نمبر :3470)

پس یہ ہے اسلام کا خدا جو عذاب کے بجائے بخشنے کو پسند کرتا ہے جس کی رحمت وسیع تر ہے۔

پھر ایک اور حدیث ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے رب عزّ وجل کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو مجھ سے دعا نہیں کرتا اور مجھ سے امید بھی وابستہ کرتا ہے۔ پس میں اس شرط کے ساتھ کہ تُو شرک نہ کرے تجھے تیری خطائیں بخش دوں گا اگرچہ تیری خطائیں زمین کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ میں تجھے اپنی زمین بھر مغفرت کے ساتھ ملوں گا۔ اور اگر تو نے آسمان کی انتہاؤں تک غلطیاں کی ہوں اور پھر تُو مجھ سے میری بخشش طلب کرے تو میں تجھے وہ بھی بخش دوں گا اور میں ذرّہ برابر بھی پرواہ نہیں کروں گا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 208 مسند ابو ذر الغفاری حدیث 21837 عالم الکتب بیروت 1998ء)

یہ ہے اللہ تعالیٰ جو اسلام کا خدا ہے، جو بخشنے والا ہے اور ہم مومنوں پر اللہ تعالیٰ کے کتنے بڑے احسان ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر سال رمضان میں اس کی بخشش کے دروازے مزید کھلتے ہیں۔

رمضان میں اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت کے بارے میں ایک روایت یوں بیان ہوئی ہے۔ نَضر بن شَیبان کہتے ہیں کہ مَیں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے کہا آپ مجھے کوئی ایسی بات بتائیے جو آپ نے اپنے والد سے سنی ہو اور انہوں نے ماہ رمضان کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سنی ہو۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے کہا: ہاں۔ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے رمضان کے

روزے رکھنا تم پر فرض کیا ہے اور میں نے تمہارے لئے اس کا قیام جاری کر دیا ہے پس جو کوئی ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے اس میں روزے رکھے وہ گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہو۔ نوزائیدہ بچے کی طرح ہو جاتا ہے۔

(سنن النسائی کتاب الصّیام باب ذکر اختلاف یحییٰ بن ابی کثیر والنضر بن شیبان فیہ حدیث 2210)

پس ہمیں اس سے غرض نہیں کہ جاہلوں کو اسلام کا خدا کیسا نظر آتا ہے۔ ہمیں تو یہ پتا ہے کہ ہمارا خدا ہمارے ماں باپ سے بھی بڑھ کر ہمیں پیار کرنے والا اور بخشنے والا ہے اور ہماری طرف دوڑ کر آنے والا خدا ہے تا کہ اپنے بندوں کے گناہ بخشے۔

پھر رمضان کے حوالے سے ایک اور حدیث ہے جس میں رمضان کی برکات کا ذکر کیا گیا ہے۔ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں شعبان کے آخری روز مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! تم پر ایک عظیم اور بابرکت مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے۔ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے رکھنے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں کو قیام کرنے کو نفل ٹھہرایا ہے۔ هُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَ اَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَ اٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ۔ کہ وہ ایک ایسا مہینہ ہے جس کا ابتدائی عشرہ رحمت ہے اور درمیانی عشرہ مغفرت کا موجب ہے اور آخری عشرہ جہنم سے نجات دلانے والا ہے۔ اور جس نے اس میں کسی روزے دار کو سیر کیا اسے اللہ تعالیٰ میرے حوض سے ایسا مشروب پلائے گا کہ اسے جنت میں داخل ہونے سے پہلے کبھی پیاس نہ لگے گی۔

(شعب الایمان للبیھقی جلد 5 صفحہ 223 کتاب الصیام باب فضائل شھر رمضان حدیث نمبر 3336)۔

یعنی یہ مغفرت ایسی ہے کہ اگر رمضان کا حق ادا کرتے ہوئے روزے رکھے جائیں اور نوافل ادا کئے جائیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے تو پچھلے گناہ بھی بخشے جاتے ہیں اور آئندہ گناہ نہ کرنے کی طاقت پیدا ہوتی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ ہمارے لئے قدم قدم پر ایسے سامان پیدا فرما رہا ہے جو جنّت میں لے جانے والے ہیں۔ آجکل ہم رمضان سے گزر رہے ہیں اور دوسرے عشرہ کا بھی اختتام ہو رہا ہے۔ کل پرسوں تیسرا عشرہ شروع ہونے والا ہے۔ اور یہ عشرہ تو جیسا کہ حدیث میں بھی ہے اس لحاظ سے بھی برکتیں لئے ہوئے ہے کہ اس میں ایک ایسی رات ہے جو لیلۃ القدر ہے جو دعاؤں کی قبولیت اور بندے کو خدا کے قریب تر کرنے کے جلوے دکھانے اور دیکھنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ پس اس عشرہ میں ہمیں اپنی دعاؤں اور اپنی عبادتوں کے لئے خاص اہتمام کرنے کی ضرورت ہے۔ جو کچھ اس میں حاصل کریں پھر اس کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کی بھی خاص ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت سے فیض پاتے چلے جانے کے لئے خاص طور پر ان دنوں میں اپنی حالتوں پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے اور اس کا حق ادا کرنے کی ضرورت ہے جو رمضان کا حق ہے اور خاص طور پر اس آخری عشرہ کا حق ہے۔ اپنی برائیوں کو دور کرنے کے لئے، آئندہ گناہوں سے بچنے کے لئے، جہنم سے مستقل نجات پانے کے لئے ایک کوشش کی ضرورت ہے۔ ہر کام کے لئے ایک کوشش کرنی پڑتی ہے۔ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ کوئی کام بغیر کوشش کے ہو جائے۔ یہ تو عام اصول ہے اور ایک حقیقی مومن سے اس بات کی توقع کی جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی خوشخبریوں، اللہ تعالیٰ کے پیغاموں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دیئے گئے امید افزاء پیغاموں کو سرسری نظر سے نہ دیکھے بلکہ جب سنے تو ان کا حصہ بننے کی ایک تڑپ دل میں پیدا ہو۔ اور یہ تڑپ تبھی فائدہ مند ہوگی جب اس کے حصول کے لئے عملی قدم بھی اٹھائے۔ اور عملی قدم وہی پھل لانے والے ہوتے ہیں، وہی کامیابی کی طرف لے جاتے ہیں جو ان اصولوں کے مطابق اور اس طریق پر چلتے ہوئے اٹھائے جائیں جو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بنائے گئے ہوں۔ پس بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع تر ہے۔ بیشک رمضان میں نیکیوں کے کئی گنا ثواب ہیں۔ بیشک رمضان رحمت اور مغفرت کے حصول اور جہنم سے دُوری کا ذریعہ ہے لیکن ان باتوں سے مستقل فائدہ وہی اٹھانے والے ہوتے ہیں جو ایک لگن کے ساتھ اس کے حصول کی کوشش کریں۔ پس ہم میں سے خوش قسمت ہیں وہ لوگ یا ہم میں سے خوش قسمت وہ لوگ ہوں گے جو اس رمضان کو رحمت اور بخشش کے حاصل کرنے اور جہنم سے نجات کا ذریعہ بنالیں گے۔ اور وہ ان کمزوریوں کو ختم کرنے والے ہوں، اپنے گناہوں سے ہمیشہ کے لئے بچنے والے ہوں۔ یہ رمضان ہمارے لئے وہ سنگ میل بن جائے جو ہمیشہ برائیوں سے دور رکھنے والا اور ہمیشہ نیکیوں کی طرف لے جانے والا بن

جائے۔ برائیوں سے نفرت ہمارے دلوں میں ایسی پیدا ہو جائے جو کبھی دوبارہ ہمیں ان برائیوں کی طرف مائل کرنے والی نہ ہو۔ سچی توبہ کی طرف ہماری توجہ ہو اور ایسی توبہ ہو جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بناتی چلی جائے۔

ان باتوں کا حصول کس طرح ہو سکتا ہے یا ایسی سچی توبہ کس طرح ہو سکتی ہے جو ہمیشہ گناہوں سے دور رکھے۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''توبہ دراصل حصول اخلاق کے لئے بڑی محرک اور مؤیّد چیز ہے'' (اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ کردار کا مالک بننا ہے، اللہ تعالیٰ کے قریب ہونا ہے تو توبہ ہی ہے جو اس کے کام آتی ہے۔ اسی کی وجہ سے آدمی ترقی کرتا ہے۔ یہی چیز ہے جو مددگار بنتی ہے۔ فرمایا) ''اور انسان کو کامل بنا دیتی ہے۔ یعنی جو شخص اپنے اخلاق سیّۂ کی تبدیلی چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ سچے دل اور پکے ارادے کے ساتھ توبہ کرے۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ توبہ کے تین شرائط ہیں۔'' (صرف توبہ کرنے سے توبہ نہیں ہو جاتی۔) ''بدُوں ان کی تکمیل کے سچی توبہ جسے توبۃ النصوح کہتے ہیں حاصل نہیں ہوتی''۔ اور وہ شرائط کیا ہیں۔ فرمایا: ''ان ہر سہ شرائط میں سے پہلی شرط جسے عربی زبان میں اِقْلَاع کہتے ہیں۔ یعنی ان خیالات فاسدہ کو دور کر دیا جاوے جو ان خصائل ردّیہ کے محرک ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ تصورات کا بڑا بھاری اثر پڑتا ہے کیونکہ حیطۂ عمل میں آنے سے پیشتر ہر ایک فعل ایک تصوّری صورت رکھتا ہے۔ پس توبہ کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ ان خیالات فاسد و تصورات بد کو چھوڑ دے۔ مثلاً اگر ایک شخص کسی عورت سے کوئی ناجائز تعلق رکھتا ہو تو اسے توبہ کرنے کے لئے پہلے ضروری ہے کہ اس کی شکل کو بدصورت قرار دے اور اس کی تمام خصائل رذیلہ کو اپنے دل میں متحضر کرے کیونکہ جیسا میں نے ابھی کہا ہے تصورات کا اثر بہت زبردست اثر ہے اور میں نے صوفیوں کے تذکروں میں پڑھا ہے کہ انہوں نے تصور کو یہاں تک پہنچایا کہ انسان کو بندر یا خنزیر کی صورت میں دیکھا۔ غرض یہ ہے کہ جیسا کوئی تصور کرتا ہے ویسا ہی رنگ چڑھ جاتا ہے۔ پس جو خیالات بدلذّات کا موجب سمجھے جاتے تھے ان کا قلع قمع کرے۔ یہ پہلی شرط ہے۔

دوسری شرط ندم ہے یعنی پشیمانی اور ندامت ظاہر کرنا۔ ہر ایک انسان کا کانشنس اپنے اندر یہ قوت رکھتا ہے کہ وہ اس کو ہر برائی پر متنبہ کرتا ہے مگر بدبخت انسان اس کو معطل چھوڑ دیتا ہے۔ پس گناہ اور بدی کے ارتکاب پر پشیمانی ظاہر کرے اور یہ خیال کرے کہ یہ لذّات عارضی اور چندروزہ ہیں اور پھر یہ بھی سوچے کہ ہر مرتبہ اس لذت اور حظ میں کمی ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بڑھاپے میں آکر جبکہ قویٰ بیکار اور کمزور ہو جائیں گے آخر ان سب لذّات دنیا کو چھوڑنا ہوگا۔ پس جبکہ خود زندگی ہی میں یہ سب لذات چھوٹ جانے والی ہیں تو پھر ان کے ارتکاب سے کیا حاصل؟ بڑا ہی خوش قسمت ہے وہ انسان جو توبہ کی طرف رجوع کرے اور جس میں اول اِقْلَاع کا خیال پیدا ہو یعنی خیالات فاسدہ و تصورات بیہودہ کا قلع قمع کرے۔ جب یہ نجاست اور ناپاکی نکل جاوے تو پھر نادم ہو اور اپنے کئے پر پشیمان ہو۔

تیسری شرط عزم ہے۔ یعنی آئندہ کے لئے مصمّم ارادہ کر لے کہ پھر ان برائیوں کی طرف رجوع نہ کرے گا۔ اور جب وہ مداومت کرے گا تو خدا تعالیٰ اسے سچی توبہ کی توفیق عطا کرے گا یہانتک کہ وہ سیّئات اس سے قطعاً زائل ہو کر اخلاق حسنہ اور افعال حمیدہ اس کی جگہ لے لیں گے اور یہ فتح ہے اخلاق پر۔ اس پر قوت اور طاقت بخشنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے کیونکہ تمام طاقتوں اور قوتوں کا مالک وہی ہے۔ جیسے فرمایا اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعاً (البقرة:166) ساری قوتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں اور انسان ضعیف البنیان تو کمزور ہستی ہے۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفاً (النساء: 29) اس کی حقیقت ہے۔ پس خدا تعالیٰ سے قوت پانے کے لئے مندرجہ بالا ہر سہ اشیاء کو کامل کر کے انسان کسل اور سستی کو چھوڑ دے اور ہمہ تن مستعد ہو کر خدا تعالیٰ سے دعا مانگے۔ اللہ تعالیٰ تبدیلیٔ اخلاق کر دے گا۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 138 تا 140۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ لندن)

پس یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ ان لوگوں کو بھی ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں برائی سے بچنے کے لئے دعا کی لیکن یہ برائی دور نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری دعائیں نہیں سنیں۔ بعض ماں باپ پریشان ہوتے ہیں کہ بچوں میں یا بعض نوجوانوں میں غلط عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور کہتے ہیں ہم نے کوشش کی۔ یہ دعا بھی کی، سنی نہیں گئی۔ تو یہ چیز غلط ہے۔ اس کو میں آسان رنگ میں دوبارہ سمجھا دیتا ہوں۔ دعا کی قبولیت کے لئے بھی کچھ لوازمات ہیں ان کو پورا کرنا ضروری ہے۔ چار دن دعا کر کے یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے دعا نہیں سنی یہ ویسے ہی اپنی نااہلی کو خدا تعالیٰ پر ڈالنے والی بات ہے۔

بہرحال اس وقت مَیں حضرت مسیح موعودؑ کے اس اقتباس کے حوالے سے جو مَیں نے پڑھا ہے، یہی بتانا چاہتا ہوں کہ برائی سے کس طرح رکنا چاہئے اور توبہ کا حصول کس طرح ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ توبہ کرنے اور برائیوں سے بچنے کے لئے کچھ ضروری باتیں ہیں کچھ عمل ہیں کچھ محنت ہے کچھ طریقے ہیں جن پر عمل کرنا ہوگا۔ ان کو کریں گے تو تبھی نتیجہ حاصل ہوگا اور برائیوں سے بچنے کے لئے دعا بھی تبھی قبول ہوگی جب کچھ عملی اقدام بھی اٹھائیں گے۔ عملی قدم کچھ نہ اٹھانا اور صرف سرسری دعا کر کے کہہ دینا کہ خدا تعالیٰ نے قبول نہیں کی اس لئے شاید یہی مرضی ہے کہ میں گناہگار رہی رہوں تو یہ غلط ہے۔ برے اعمال اور اخلاق کو اگر بہتر کرنا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تین باتیں پہلے خود انسان کرے پھر دعا کرے تو یہ دعا مددگار ہوتی ہے اور برائیاں پھر چھوٹ جاتی ہیں۔ اور سچی توبہ کے لئے جیسا کہ میں نے حوالے میں پڑھا، آپ نے فرمایا کہ پہلی بات یہ ہے کہ گندے اور برے خیالات سے اپنے دماغ کو پہلے صاف کرو۔ کسی بھی برائی کی لذت کا تصور پہلے دماغ میں پیدا ہوتا ہے تب انسان اس برائی کو کرتا ہے۔ اگر دماغ میں برائی کا یا اس کی اچھائی کا یا لذت کا تصور پیدا نہ ہو اور کراہت ہو تو کبھی وہ برائی کرتا ہی نہیں۔ اور پہلے کسی بھی برائی کی لذّت کا تصور پیدا ہوتا ہے، احساس پیدا ہوتا ہے پھر انسان اس برائی کی طرف راغب ہوتا ہے۔ پس پہلا عملی قدم جو انسان کو برائیوں سے بچنے کے لئے اٹھانا ہے وہ یہ ہے کہ اپنے ذہن کو گندے تصورات یا عارضی لذات کے تصور سے پاک کرے۔ اس کی مثال آپ نے یہ دی کہ جس طرح مثلاً کسی عورت سے ناجائز تعلقات ہوتے ہیں۔ دوستیاں قائم ہو جاتی ہیں تو ایسی عورت کا اچھا تصور دماغ میں قائم کرنے کے بجائے بدصورت تصور قائم کرو۔ بجائے یہ دیکھو کہ اس میں خوبصورتی کیا ہے اور کیا کچھ خوبیاں ہیں اس کا بدصورت ترین تصور جو قائم کر سکتے ہو وہ قائم کرو۔ اس کے جو برے خصائل ہیں جو اس کی برائیاں ہیں ان کو سامنے لاؤ اور ایک ایسی شکل تصور میں قائم کرو جو سخت قسم کی مکروہ اور کریہہ شکل ہو تو تبھی اس برائی سے تم دور ہو سکو گے۔ پھر دوسری شرط یہ بتائی کہ اپنے نیک کانشنس کو بیدار کرو اور سوچو کہ میں کن برائیوں میں مبتلا ہو رہا ہوں۔ اپنے حالات پر پشیمانی اور شرمندگی کا احساس دل میں پیدا کرو۔ اگر یہ حالت ہوگی تو پھر ہی برائی سے بچ سکو گے۔ پھر فرمایا تیسری بات یہ ہے کہ ایک پکا اور مصمم ارادہ ہو کہ میں نے اب اس برائی کے قریب بھی نہیں جانا۔ اور جب اس ارادے پر قائم رہنے کی ہر وقت کوشش کر رہے ہو گے تو پھر خدا تعالیٰ سچی توبہ کی توفیق دیتا ہے اور برائیوں سے بچنے کے لئے کی گئی دعاؤں کو بھی پھر سنتا ہے۔ دعاؤں کے قبول ہونے سے پہلے یہ عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ نہیں کہ صبح سے شام تک اور رات سے صبح تک غلط کاموں اور برائیوں میں ملوث رہے اور ایک وقت یا کسی وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کر لی کہ مجھے اس برائی سے بچالے۔ یہ عمل ظاہر کر رہا ہے کہ دعا سنجیدگی سے نہیں کی گئی۔ وہ نیک فطرت جو کانشنس ہے جو اندر چھپا ہوا ہے اس نے کسی وقت یہ کچوکا لگا دیا کہ تمہاری یہ کیا حالت ہے کہ برائیوں میں ڈوبے ہوئے ہو۔ اس عارضی احساس سے دعا کی طرف وقتی توجہ پیدا ہو جائے اور پھر جب برائی کو سامنے دیکھے تو اس کی چاہت اس عارضی احساس کو ختم کر دے، ندامت پر حاوی ہو جائے۔ ایسی حالت تو نہ برائیوں سے مستقل بچاتی ہے نہ دعا کا حق ادا کرنے والی بناتی ہے بلکہ یہ تو دعا کے ساتھ بھی مذاق ہے اور خدا تعالیٰ کو پابند کرنے کی کوشش ہے۔ خدا تعالیٰ کسی بندے کا پابند نہیں ہے۔ پس ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش سے حقیقی فیض اگر اٹھانا ہے، اس کے انعاموں کا وارث بننا ہے، اپنی دعاؤں کی قبولیت کو دیکھنا ہے تو پھر اپنی حالتوں کی طرف توجہ کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ایسا مہربان ہے کہ ہر وقت اس کی رحمت کی چادر اپنے بندوں کو اپنی لپیٹ میں لینے کے لئے تیار ہے۔ کیا یہ بات ہم سے اس بات کا تقاضا نہیں کرتی کہ ہم خود بھی اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے حکموں پر چل کر اس کی بخشش اور رحمت کو حاصل کرنے والے بنیں۔ ہم اس رحمت کو حاصل کرنے والے بنیں جو حقیقی مومنوں کو حاصل ہوتی ہے، جو اس کے پیاروں کو حاصل ہوتی ہے۔ ان باتوں سے بچیں جو باوجود اس کی وسیع رحمت کے سزا کا مورد بنا دیتی ہے۔ ہماری توبہ سچی توبہ ہو اور ہم ہمیشہ اس کے آگے جھکے رہنے والے ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’اپنے اعمال کو صاف کرو اور خدا تعالیٰ کا ہمیشہ ذکر کرو اور غفلت نہ کرو۔ جس طرح بھاگنے والا شکار جب ذرا سست ہو جاوے تو شکاری کے قابو میں آجاتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کے ذکر سے غفلت کرنے والا شیطان کا شکار ہو جاتا ہے۔ توبہ کو ہمیشہ زندہ رکھو اور کبھی مردہ نہ ہونے دو۔ کیونکہ جس عضو سے کام لیا جاتا

ہے وہی کام دے سکتا ہے اور جس کو بیکار چھوڑ دیا جاوے پھر وہ ہمیشہ کے واسطے ناکارہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح توبہ کو بھی متحرک رکھو تا کہ وہ بیکار نہ ہو جاوے۔ اگر تم نے سچی توبہ نہیں کی تو وہ اس بیج کی طرح ہے جو پتھر پر بویا جاتا ہے اور اگر وہ سچی توبہ ہے تو وہ اس بیج کی طرح ہے جو عمدہ زمین میں بویا گیا ہے اور اپنے وقت پر پھل لاتا ہے۔ آج کل اس توبہ میں بڑی بڑی مشکلات ہیں'' ۔ کیونکہ دنیا کی لالچیں دنیا کی لذّات سامنے ہوتی ہیں۔

فرمایا: ''ہمارے غالب آنے کے ہتھیار استغفار، توبہ، دینی علوم کی واقفیت، خدا تعالیٰ کی عظمت کو مدنظر رکھنا اور پانچوں وقت کی نمازوں کو ادا کرنا ہیں۔ نماز دعا کی قبولیت کی کنجی ہے۔ جب نماز پڑھو تو اس میں دعا کرو اور غفلت نہ کرو اور ہر ایک بدی سے خواہ وہ حقوق الٰہی کے متعلق ہو خواہ حقوق العباد کے متعلق ہو، بچو'' ۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 303۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ لندن)

اللہ کرے کہ ہم اس سچی توبہ کرنے والوں میں شامل ہوں اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے چلے جائیں۔ رمضان سے وابستہ تمام برکات جو ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان کو حاصل کرنے والا بنائے۔

اس وقت میں نماز جمعہ کے بعد تین جنازے غائب بھی پڑھاؤں گا۔ پہلا جنازہ جو ہے وہ نوابشاہ کے رہنے والے ہمارے مکرم محمد امتیاز احمد صاحب ابن مشتاق احمد صاحب طاہر ہیں جن کو 14 رجولائی کو شہید کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کی عمر تقریباً 39 سال تھی۔ کہتے ہیں کہ شام کو ساڑھے چار بجے کچھ نامعلوم موٹر سائیکل سوار ان کی دوکان پر آئے اور ان کو گولی مار کر شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ تفصیلات کے مطابق محمد امتیاز احمد صاحب نوابشاہ شہر کے ٹرنک بازار میں واقع اپنی دوکان کے باہر کھڑے تھے کہ موٹر سائیکل پر دو نامعلوم سوار آئے اور ان پر فائرنگ کر کے فرار ہو گئے۔ فائرنگ کے نتیجے میں انہیں تین گولیاں لگیں۔ دو گولیاں ان کے سر پر دائیں طرف لگیں اور بائیں طرف کان کے نیچے سے آر پار ہو گئیں جبکہ تیسری گولی ان کے ہاتھ پر لگی۔ بہر حال موقع پر شہادت ہو گئی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

نوابشاہ میں مذہبی منافرت کی وجہ سے اب تک یہ نویں شہادت ہے اور گزشتہ ایک دو سال میں یہاں زیادہ شہادتیں ہوئی ہیں۔ اس واقعہ سے دو تین دن پہلے شہید مرحوم کو ایک قریبی دکاندار نے بتایا بھی تھا کہ بعض مخالفین آپ کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ احتیاط جتنی مرضی کرو باہر تو بہر حال نکلنا ہی ہوتا ہے اور دشمنوں کو موقع مل جاتا ہے۔ شہید مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ 1935ء میں ان کے دادا مکرم سیٹھ محمد دین صاحب آف امرتسر کے ذریعہ سے ہوا تھا جنہوں نے نعمت اللہ خان صاحب وزیر آباد کے ذریعہ سے بیعت کی تھی۔ 1947ء میں یہ امرتسر انڈیا سے نوابشاہ پاکستان میں شفٹ ہو گئے۔ 1975ء میں شہید پیدا ہوئے تھے۔ پھر F.Sc. کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد اپنے والد کے کاروبار میں مصروف ہو گئے۔ جماعتی خدمات کافی کرتے تھے۔ شہادت کے وقت یہ بطور صدر جماعت حلقہ محمود ہال تھے۔ شہر کے سیکرٹری تحریک جدید، سیکرٹری اصلاح و ارشاد شہر اور ذیلی تنظیم میں نوابشاہ شہر کے قائد خدام الاحمدیہ تھے۔ ناظم اصلاح و ارشاد علاقہ اور ضلع تھے۔ ناظم تحریک جدید ضلع تھے۔ ماضی میں یہ سیکرٹری وقف جدید، سیکرٹری ضیافت بھی رہ چکے ہیں، سیکرٹری دعوت الی اللہ بھی رہ چکے ہیں۔ جماعتی خدمات کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ جو بھی کام سپرد کیا جاتا بڑی خوش اسلوبی سے اس کو سرانجام دیتے۔ کبھی انکار نہیں کیا۔ بہت مہمان نواز تھے۔ مرکزی مہمانوں کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ سادہ طبیعت کے مالک۔ خلافت سے انتہائی محبت اور اطاعت کا تعلق تھا۔ اطاعت کا غیر معمولی جذبہ رکھتے تھے۔ پنجوقتہ نمازی اور تہجد گزار تھے۔ بڑا دھیما مزاج تھا۔ ہمیشہ نرم لہجے میں بات کرتے۔ ان میں ہمیشہ معاف کرنے کی صفت تھی۔ گزشتہ سال قادیان کے جلسہ میں بھی شامل ہوئے تھے۔ شہادت کے روز رمضان المبارک کے سلسلے میں ذاتی طور پر مستحقین کے لئے راشن کے پیکٹ خود تیار کر کے دوپہر تک تقریباً سات گھروں میں تقسیم کر کے آئے تھے اور جب واپس پہنچے ہیں تو وہاں ان نامعلوم حملہ آوروں نے، بدبختوں نے حملہ کیا اور آپ کو شہید کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے اور سیٹھ محمد یوسف صاحب شہید جو سابق امیر ضلع نوابشاہ تھے ان کے بھتیجے تھے۔ ان کے والد مشتاق احمد صاحب بھی زندہ حیات ہیں۔ لواحقین میں ان کی اہلیہ نبیلہ امتیاز صاحبہ ہیں تین بیٹے جاذب عمر دس سال، عبدالباسط عمر نو سال، محمد عبداللہ عمر سات ماہ۔

دوسرا جنازہ مکرم نصیر احمد انجم صاحب واقف زندگی کا ہے جو جامعہ احمدیہ ربوہ میں استاد تھے۔ 1981ء میں انہوں نے میٹرک کا امتحان دیا۔ اس کے بعد زندگی وقف کی اور جامعہ میں پڑھائی کے لئے تشریف لے آئے۔ جامعہ میں آپ نے بی اے کیا۔ جامعہ سے فارغ ہوئے تو پھر ایم اے عربی کیا۔ رشین زبان میں بھی ان کو جماعت کی طرف سے کورس کروایا گیا۔ 1988ء میں جامعہ سے

شاہد کی ڈگری لینے کے بعد میدان عمل میں آئے اور مختلف جماعتوں میں رہے۔ 1990ء میں موازنہ مذاہب کے تخصص کے لئے ربوہ بلایا گیا اور تخصص کے دوران ہی آپ نے جامعہ احمدیہ میں بطور استاد پڑھانا شروع کیا اور باقاعدہ طور پر 18/جولائی 1999ء کو آپ مستقل طور پر استاد موازنہ مذاہب مقرر ہوئے اور تادم آخر اسی ذمہ داری کو بااحسن نبھاتے رہے۔ جامعہ سے پاس ہونے کے بعد خدمت کا عرصہ تقریباً چھبیس سال ہے اور باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جوان مربیان میں تھے، علماء میں تھے، موازنہ مذاہب میں آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک اتھارٹی تھے۔ بڑا علم تھا۔ بڑا گہرا علم تھا۔ جامعہ میں تدریس کے علاوہ آپ کو مختلف شعبہ جات میں خدمت کی توفیق ملی۔ قضا کے ان ابتدائی نمائندگان میں سے تھے جنہیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے مقرر فرمایا تھا اور آخر تک یہ رہے۔ مجلس افتاء اور ریسرچ سیل کے ممبر بھی تھے۔ خدام الاحمدیہ میں مختلف عہدوں پہ آپ نے خدمات انجام دیں۔ پھر ان کی ایک خوبی گھر والے بتاتے ہیں یہ تھی کہ نظام جماعت کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر اپنے بچوں میں سے بھی کوئی کسی عہدیدار کے خلاف بات کرتا تو اس کو سمجھاتے اور اگر کوئی شخص کسی جماعتی فیصلے یا شخصیت کے خلاف بات کرنے کی کوشش کرتا تو اس کو بھی بڑی حکمت سے سمجھا دیتے۔ جلسہ سالانہ یوکے میں بھی ان کو شمولیت کی سعادت ملی اور غالباً جلسہ سالانہ 2010ء میں انہوں نے یہاں تقریر بھی کی تھی۔ اور اس دفعہ بھی انہوں نے مجھے لکھا تھا کہ میں نے اپلائی کیا ہوا ہے۔ اللہ کرے ویزہ مل جائے پھر ریجیکٹ ہو گیا پھر دوبارہ اپلائی کیا۔ خلافت کے ساتھ ان کو غیر معمولی تعلق اور پیار تھا اور حقیقی سلطان نصیر میں شامل تھے۔ تبلیغ کا بڑا شوق تھا۔ ہر جگہ مجلس میں جاتے تھے اور ان کو تبلیغی میدان میں بھی بڑا عبور تھا۔ لوگوں کو پڑھے لکھوں کو بھی بڑے دلائل سے قائل کر لیا کرتے تھے۔ ان کی بیٹی خدیجہ ماہم نے لکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے والہانہ عشق تھا اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پڑھنے پر بہت زور دیتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کی لغت لکھ رہے تھے اور یہ فکر مند رہتے تھے کہ یہ قیمتی خزانہ لوگوں تک پہنچ جائے۔ مشکل الفاظ کی ڈکشنری لکھ رہے تھے تا کہ لوگ حضور علیہ السلام کی کتب سے مستفیض ہو سکیں۔ اس کام کا آپ نے ابھی آغاز ہی کیا تھا۔ مبشر ایاز صاحب نے بھی لکھا کہ اچھے مقرر تھے۔ راہ ہدیٰ میں بھی اور ایم ٹی اے کے متعدد پروگراموں میں شامل ہوتے اور بڑے مدلّل جواب دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے، ان کے درجات بلند کرے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ایسے عالم باعمل جماعت کو اللہ تعالیٰ اور بھی عطا فرمائے۔

تیسرا جنازہ مکرم صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب کا ہے جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے اور حضرت امّ ناصر کے بیٹے تھے۔ ان کی وفات گزشتہ سوموار کو ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ نے 1944ء میں میٹرک پاس کیا۔ پھر حضرت مصلح موعودؓ کی خواہش پر ایگریکلچر کالج میں داخل ہو گئے۔ پھر دارالضیافت کی ابتدائی کچی عمارت جو مسجد مبارک کے سامنے تھی اس کا انتظام حضرت مصلح موعود نے ان کے سپرد کیا۔ موجودہ دارالضیافت کی ابتدائی تعمیر بھی آپ کے دور میں ہوئی۔ 82ء 83ء تک افسر لنگر خانہ کی حیثیت سے خدمات بجالاتے رہے۔ پھر بطور نائب ناظر امور عامہ خدمت کی توفیق ملی۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی زمینوں کی نگرانی بھی ان کے سپرد کی۔ ان کی شادی صاحبزادی صبیحہ بیگم صاحبہ بنت مکرم مرزا رشید احمد صاحب ابن حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے ساتھ ہوئی۔ ان کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ اپنے پوتوں کی شادی میں حضرت امّاں جان نے جو شرکت فرمائی ان میں سے ان کی شادی آخری تھی جس میں حضرت امّاں جان شامل ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر نوری صاحب لکھتے ہیں کہ گزشتہ تین دہائیوں سے مجھے ان کی خدمت کا موقع ملا۔ بہت شریف مہمان نواز اور پیار کرنے والے وجود تھے۔ مہمان نوازی تو آپ کا بڑا اچھا بڑا نمایاں وصف تھا اور ایک یہ بھی نمایاں خوبی تھی کہ حسِ مزاح بہت تھا اور اپنی مجلس میں لوگوں سے مذاق کیا کرتے تھے اور کبھی پریشان مجلس میں بھی اپنے مزاح کی وجہ سے جان پیدا کر دیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر نوری صاحب لکھتے ہیں کہ غریب اور نادار مریضوں کی امداد کے لئے طاہر ہارٹ میں اکثر آتے تھے اور مجھے رقم دے کے جایا کرتے تھے۔ ہماری والدہ کے بھائی تھے۔ ان کا خاص تعلق تھا۔ ویسے تو ہر بھائی کا ہوتا ہے لیکن ان کا خاص تھا۔ ہمارے گھر میں بہت زیادہ آنا جانا تھا اور اس تعلق کو قائم رکھا اور پھر خلافت کے بعد مجھ سے بھی انہوں نے بڑا تعلق رکھا۔ اکثر یہاں فون کر کے بھی اس تعلق کا اظہار کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے بھی مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ ان کی اولاد کو بھی خلافت سے وفا کا تعلق قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان کی اہلیہ بھی کافی بیمار ہیں اللہ تعالیٰ ان پر بھی رحم اور فضل فرمائے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا نماز جمعہ کے بعد یہ جنازے میں ادا کروں گا۔

پیارے ابا جان مرحوم ومغفور کی پیاری یادیں

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب، لندن

میرے پیارے ابا جان مرحوم ومغفور، حضرت خالدِ احمدیت مولانا ابوالعطاء جالندھری رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال پر 37 سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے لیکن ان کی محبت بھری دلکش اور حسین یادیں ہمیشہ کی طرح تروتازہ ہیں۔ اپنے ذاتی مشاہدات پر مبنی چند ایک واقعات اور تاثرات بیان کرتا ہوں اور قارئین سے عاجزانہ درخواست ہے کہ حضرت ابا جانؒ کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجاتِ قربِ الٰہی کو بڑھاتا چلا جائے اور اپنی رضا کی جنتوں میں عطاءً غیر مجذوذ سے نوازے آمین۔

تعلق باللہ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت ابا جانؒ مرحوم ومغفور صاحبِ کشوف والہام بزرگ تھے۔ رویائے صادقہ بہت کثرت سے دیکھتے لیکن طبیعت میں ایسی انکساری اور خاکساری تھی کہ ان عظیم انعامات کا بہت ہی کم ذکر فرماتے۔ اکثر اس ذاتی تعلق باری تعالیٰ کا اخفاء ہی پسند فرماتے اور یہی اللہ تعالیٰ کے سچے مومن بندوں کا عام طریق ہوتا ہے۔ بعض موقعوں پر ان انعامات کا ذکر آپ کی زبان سے میں نے سنا ہے لیکن ہر بار یہ ذکر اللہ تعالیٰ کے شکر اور اس کی حمد سے لبریز جذبات کے ساتھ ہوتا نہ کہ اپنی ذات کو نمایاں کرنے یا تفاخر کی غرض سے۔

1953ء کے خطرناک حالات میں ہر احمدی مجسم دعا بنا ہوا تھا۔ حضرت ابا جانؒ نے ان حالات کا ذکر کرتے ہوئے ایک بار فرمایا کہ ان دنوں میں دشمنوں کے خطرناک منصوبوں کی خبریں ہر روز موصول ہوتی تھیں۔ ان اطلاعات پر ایک مرکزی کمیٹی میں غور وفکر کیا جاتا، مشورے ہوتے اور ضروری تدابیر اختیار کی جاتیں۔ آپ فرماتے تھے کہ ان پریشان کر دینے والی خوفناک اطلاعات سے طبیعت بہت فکر مند رہتی اور دعاؤں کی طرف خصوصی توجہ ہوتی۔ ایک روز بہت فکر مندی کا عالم تھا۔ خوب دعا کا موقع ملا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعہ تسلی دی کہ ان ساری مشکلات کے بادل چھٹ جائیں گے اور ان مشکل حالات میں اللہ تعالیٰ جماعت کی حفاظت فرمائے گا۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت ابا جان نے اپنے اس الہام کا ذکر فرمایا کہ اِنَّا نُنَفِّسُ کُلَّ کُرْبَۃٍ مِنْ کُرُبَاتِ الدُّنْیَا کہ دنیا کی سب مشکلات اور آزمائشوں کو ہم پھونک سے اڑا کر رکھ دیں گے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے خدائی وعدہ بڑی شان سے پورا ہوا اور ہوتا چلا جا رہا ہے۔

توکل علی اللہ

مکرم ومحترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی ربوہ نے ایک مجلس میں مجھ سے ذکر فرمایا کہ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھریؒ نے ان سے ایک موقع پر ذکر فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس الہام سے نوازا ہے۔ سَمَّیْتُکَ الْمُتَوَکِّل کہ میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابا جانؒ کی زندگی میں توکّل علی اللہ کا پہلو بہت نمایاں طور پر ساری زندگی جلوہ گر رہا۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر زندہ یقین ایک میخ کی طرح آپ کے دل میں گڑا ہوا تھا۔ ہمیشہ اسی قادر وتوانا خدا کو اوّل وآخر اپنا معین ومددگار یقین کرتے اور ایک سچے موحد کی طرح ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتے اور اسی کا دروازہ کھٹکھٹاتے۔ غیر اللہ کو پرکاہ کے برابر بھی حیثیت نہ دیتے تھے۔ واقعی ایک سچے اور کامل متوکل بندۂ خدا تھے۔

گھر میں ہم بہن بھائی اپنی تعلیمی ضروریات کے لئے رقم لینے کے لئے آپ کے پاس جاتے۔ جا کر ابا جان سے کہتے کہ ہمیں اتنی رقم کی ضرورت ہے تو آپ جیب میں ہاتھ ڈالتے۔ رقم ہوتی تو فوراً دے دیتے اور اگر نہ ہوتی۔ اور ایسے مواقع بہت کثرت سے ہوا کرتے تھے۔ تو فرمایا کرتے تھے کہ اچھا کل رقم لے لینا۔ ہمارے ابا جان واقف زندگی تھے۔ دنیاوی لحاظ سے مال دار نہیں تھے لیکن اللہ تعالیٰ پر یقین اور توکل کی دولت سے بھرپور تھے۔ اگلے روز ہم جاتے تو اسی طرح جیب میں ہاتھ ڈالتے اور ہماری مطلوبہ رقم بڑی خوشی سے ہمیں دے دیتے۔ ہم بہن

بھائی اکثر آپس میں یہ بات کرتے کہ یہ کیا بات ہے کہ ابا جان کے پاس آج رقم نہیں ہے تو کل کہاں سے آجائے گی۔ ہم سوچتے اور آپس میں اظہار بھی کرتے کہ شاید ابا جان کے پاس پیسے بنانے کی کوئی مشین ہے جو آپ رات کو چلاتے ہیں اور صبح ہوتی ہے تو رقم تیار مل جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی ایسی مادی مشین تو آپ کے پاس نہ تھی البتہ رات کی تاریکی میں چلنے والی دعا، یقین اور توکل کی مشین ضرور تھی اور یہی آپ کی سب سے قیمتی متاع تھی۔

محبتِ الٰہی سے بھرپور زندگی

حضرت ابا جانؒ نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک مکمل اور کامیاب زندگی گزاری۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کے سایہ میں، خدمت دین سے بھرپور اور خدائی تائیدات سے معمور ایسی پرسکون اور روحانی زندگی گزاری جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک نفس مطمئنہ عطا فرما دیا تھا۔ آپ دنیا میں رہے لیکن دنیا سے الگ رہے۔ دنیا کی محبت کلیۃً سرد ہو چکی تھی اور اللہ تعالیٰ کی محبت ہر چیز پر غالب تھی۔ اس کیفیت میں زندگی کی ہر مشکل اور مصیبت آسان ہو جاتی اور دل ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے شکر سے بھرا رہتا۔ یہ پُرسکون زندگی خوشیوں کی آماجگاہ تھی اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا جیتا جاگتا نمونہ۔

آپ کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہر چیز پر مقدم تھی۔ آپ زندگی بھر اس بات کا قولاً اور عملاً درس دیتے رہے کہ ایک ہی ہے جس کی ذات اور جس کی وفا بھروسہ کے لائق ہے۔ اللہ تعالیٰ پر زندہ یقین آپ کی زندگی کا مرکزی نقطہ تھا۔ اس حی و قیوم خدا پر کامل بھروسہ آپ کا شعار تھا۔ ہمیشہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط رکھو کہ وہی ہے جو سب سے زیادہ وفا کرنے والا اور ہر مشکل گھڑی میں ساتھ دینے والا ہے۔ دنیا اور اہل دنیا پر کبھی بھروسہ نہ کرو۔

نمازوں کا اہتمام

ہر سچا احمدی اللہ تعالیٰ کے فضل سے نمازوں کا اہتمام کرنے والا ہوتا ہے۔ حضرت ابا جان کی زندگی میں یہ وصف بہت ہی نمایاں طور پر نظر آتا تھا۔ دارالرحمت وسطی میں ہمارا مکان ''بیت العطاء'' ایسی جگہ پر واقع تھا کہ دو محلوں کی مسجدوں کے درمیان میں پڑتا تھا۔ دارالرحمت وسطی کی مسجد نصرت ایک طرف اور دارالرحمت غربی کی مسجد ناصر دوسری طرف۔ ابا جان کا اور ہم سب کا طریق یہی تھا کہ ہم دونوں مسجدوں میں نمازیں ادا کیا کرتے تھے۔ سہولت کے لئے ابا جان کی ہدایت پر ہم نے گھر کے برآمدہ میں ایک بورڈ بنا کر لگایا ہوا تھا جس میں دونوں مسجدوں میں نمازوں کے اوقات لکھے ہوتے تھے تا کہ وقت کے لحاظ سے جہاں سہولت ہو نماز ادا کر لی جائے اور نماز باجماعت مل جائے۔ حضرت ابا جان کے نمازوں کے اہتمام کو دیکھ کر ہمیشہ وہ حدیث یاد آتی کہ مومن کا دل تو گویا مسجد میں لٹکا رہتا ہے اور ایک نماز کے بعد دوسری کا انتظار رہتا ہے۔ آپ بڑی محبت اور چاہت سے مسجد جا کر نمازیں ادا فرماتے۔ مجھے یاد ہے کہ موسم گرما میں بعض اوقات اتنی شدید گرمی ہو جاتی تھی کہ بسا اوقات دل کرتا تھا کہ نماز گھر پہ ہی ادا کر لی جائے۔ ایسی شدید گرمی میں بھی حضرت ابا جان سر پر تولیہ لپیٹ کر پانی کا گلاس پی کر نماز کے لئے مسجد تشریف لے جاتے اور کئی بار میں نے سنا کہ آپ سخت گرمی کے حوالے سے ایسے موقعوں پر اس آیت کریمہ کا ذکر فرماتے نَارُ جَھَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا کہ جہنم کی آگ اپنی حرارت میں بہت ہی شدید ہے۔ جن لوگوں کو ربوہ یا کسی اور علاقہ کی شدید گرمی کا تجربہ ہوا ہو وہ صحیح اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایسی شدید گرمی میں نماز کے لئے مسجد جانا کتنا مشکل ہوتا ہے اور ایسی گرمی میں مسجد جا کر نماز ادا کرنے کا کتنا ثواب ہوتا ہوگا۔

درس القرآن

حضرت ابا جانؒ کا درس القرآن بہت مقبول تھا۔ بہت معلوماتی اور دلچسپ ہوتا تھا۔ تلاوت قرآن مجید کا بھی ایک خاص دلربا انداز تھا۔ ترجمہ اور تفسیر بھی وقت کی رعایت سے بہت جامعیت سے بیان فرماتے تھے۔ بہت پرانی بات ہے ایک رمضان المبارک میں آپ کے درس کے دن آنے والے تھے مجھے خیال آیا کہ ابا جان کا درس ریکارڈ کروا لیا جائے (ان دنوں ابھی ریکارڈنگ کا طریق اس قدر رائج نہیں تھا) اس خیال سے کہ ابا جان کو اس ریکارڈنگ کا پتہ نہ چلے اور درس اپنے اصل معروف انداز میں ہی ریکارڈ ہو جائے میں نے مکرم قاضی عزیز احمد صاحب انچارج لاؤڈ سپیکر سے درخواست کی کہ سارا درس ایک ٹیپ پر ریکارڈ کر دیں اور اس طریق پر کریں کہ حضرت ابا جانؒ کو اس کا علم نہ ہو سکے۔ میں نے ٹیپ ان کو خرید کر دی اور انہوں نے ایمپلی فائر سے براہ راست سارا درس جو تین یا چار دن کا تھا ریکارڈ کر دیا۔ درس کے آخری روز گھر آنے پر میں نے ابا جان کو بتایا کہ آپ کا سارا درس میں نے ریکارڈ کروا لیا ہے تو فرمانے لگے کہ بتا تو دینا تھا کہ ریکارڈنگ ہو رہی ہے۔ میں نے تو درس میں چند لطائف بھی سنا دیئے ہیں۔ میں

نے کہا کہ اسی لئے تو آپ کو پہلے سے بتایا نہیں تھا کہ آپ کے اصلی انداز میں ریکارڈنگ ہو سکے۔ سو الحمدللہ کہ یہ ریکارڈنگ ہمارے پاس محفوظ ہے۔ اسی ریکارڈنگ سے لے کر صرف تلاوت کی ایک الگ آڈیو ٹیپ بھی تیار کر لی گئی ہے۔

عربی زبان کی مہارت

حضرت ابا جان مرحوم و مغفور کو اللہ تعالیٰ نے عربی زبان بولنے کا خوب ملکہ عطا فرمایا تھا۔ میں نے آپ کو بعض موقعوں پر مختصر خطاب کرتے اور بعض عرب دوستوں سے عربی میں گفتگو کرتے سنا ہے۔ آپ بہت روانی اور بے تکلفی سے گفتگو فرماتے تھے۔ لندن میں قیام کے دوران فلسطین، شام، مصر اور اردن سے آنے والے پرانے عرب احمدیوں نے دیگر امور کے علاوہ حضرت ابا جان کی عربی دانی اور زوردار تقریر کا بہت کثرت سے مجھ سے ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس میدان میں جو غیر معمولی استعداد عطا فرمائی تھی اس سلسلہ میں ایک دلچسپ واقعہ میں نے بارہا آپ کی زبانی سنا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک بار لاہور جانے کا اتفاق ہوا تو معلوم ہوا کہ وہاں ایک بڑے ہال میں اس موضوع پر پبلک جلسہ ہو رہا ہے کہ پاکستان ایک اسلامی سلطنت ہے، اس ملک میں عربی زبان کو فروغ دینا چاہئے۔ میں نے چند دوستوں کو ساتھ لیا اور فوراً اس جلسہ میں جا شامل ہوا۔ جلسہ کی کارروائی سن کر مجھے سخت تعجب ہوا کہ بات تو عربی زبان کے فروغ کی ہو رہی ہے لیکن عرب مہمانوں کے سوا باقی سب پاکستانی مقررین تقاریر اردو میں کر رہے ہیں۔ خیر میں کارروائی سنتا رہا۔ بہت زوردار تقاریر ہوئیں۔ تقاریر کے آخر میں صاحب صدر کے خطاب سے قبل یہ اعلان ہوا کہ سامعین میں سے اگر کوئی شخص کوئی بات کہنا چاہتا ہے تو موقع دیا جا سکتا ہے۔ میں نے جھٹ اپنے نام کی چٹ بھجوادی۔ فوراً ہی مجھے بلا لیا گیا۔ میں سٹیج پر گیا اور میں نے عربی زبان میں فی البدیہہ تقریر کی۔ میں نے کہا کہ واقعی پاکستان میں عربی زبان کو فروغ دینا چاہئے۔ آیات اور احادیث کے حوالوں کے علاوہ عربی کے ام الالسنہ ہونے کا بھی ذکر کیا۔ چند منٹ کی تقریر تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے خاص توفیق عطا فرمائی۔

میری تقریر کے بعد آخر میں صاحب صدر کا خطاب تھا جو کسی عرب ملک کے تھے۔ انہوں نے میری تقریر کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مجھے یہ تقریر سن کر اتنی خوشی ہوئی ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ انہوں نے کہا کہ جب یہ پاکستانی شخص (جس کو میں نہیں جانتا) سٹیج پر آیا اور بجائے اردو کے عربی میں تقریر شروع کر دی تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ پاکستانی شخص کیسے عربی بول سکے گا۔ میں نے دل میں ارادہ کیا کہ کاغذ قلم لے کر اس کی تقریر میں عربی زبان کی غلطیاں نوٹ کرتا جاؤں۔ چنانچہ میں نے بہت غور سے اس کی تقریر سننی شروع کی اور مجھے یہ کہتے ہوئے بہت ہی خوشی ہو رہی ہے کہ میں اس غیر عرب پاکستانی کی ساری عربی تقریر میں ایک غلطی بھی نہیں ڈھونڈ سکا اور میں اپنی اس کوشش میں بری طرح ناکام ہو گیا ہوں۔ ایک پاکستانی کی زبان سے ایسی شاندار عربی سن کر میں حیران ہو گیا ہوں اور صمیم قلب سے سارے پاکستانیوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ ان میں اس لیاقت اور قابلیت کے افراد موجود ہیں۔

حضرت ابا جانؒ مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ اجلاس ختم ہوا تو حاضرین جلسہ نے مجھے گھیر لیا اور پرتپاک مصافحوں اور معانقوں کے ساتھ ہر طرف سے مبارکباد اور شکریہ کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ ہر ایک کی زبان پر یہ فقرہ تھا کہ مولانا! آج تو آپ نے اسلام کی اور ہم پاکستانیوں کی لاج رکھ لی ہے۔ آپ کی نوازش، آپ کا شکریہ۔ اس کے بعد یہ لوگ مجھ سے پوچھتے کہ مولانا آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ میں ربوہ کا ذکر کرتا تو کھسیانے ہو کر وہاں سے کھسک جاتے۔ یہ منظر دیکھنے والا تھا کہ بڑے تپاک سے آتے اور مبارک باد دیتے لیکن ربوہ کا نام سنتے ہی تعصب کے مارے الٹے پاؤں پھر جاتے!

عرب احمدیوں کے تاثرات

ماہ اپریل 2000ء میں جماعت احمدیہ کبابیر (فلسطین) نے اپنا جلسہ سالانہ منعقد کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر خاکسار نے مرکزی نمائندہ کے طور پر اس جلسہ میں شمولیت کی۔ دو ہفتہ قیام کے دوران مجھے احباب جماعت سے ملاقات کرنے اور حضرت ابا جان کے بارہ میں معلومات حاصل کرنے کا موقع بھی ملا۔ اس سفر کی چند یادیں ذکر کرتا ہوں۔

اس سفر کے دوران حضرت ابا جانؒ مرحوم و مغفور کے حوالہ سے دوست اس قدر محبت اور پیار سے ملتے کہ میں فرط جذبات سے بے قابو ہو جاتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے احباب جماعت کے دلوں میں حضرت ابا جان کی ایسی محبت پیدا کر دی ہے کہ بات بات پر وہ ان کا ذکر کرتے تھے۔ ایک روز میری درخواست پر ایسے سب دوست ایک مجلس میں اکٹھے آئے جنہوں نے حضرت ابا جان کو دیکھا

اوران کے ساتھ کچھ وقت گزارا تھا۔سب دوست بہت شوق اور محبت سے اکٹھے ہوئے اور محبت و پیار اور جذباتِ الفت سے معمور ایک یادگار مجلس منعقد ہوئی۔سب دوستوں نے اپنی پرانی یادیں اور ایمان افروز واقعات بیان کئے۔ الحمدللہ کہ اس ایمان افروز مجلس کی ویڈیو بھی تیار کی گئی اوران سب محبین اور مخلصین کے ساتھ ایک تاریخی گروپ فوٹو بھی ہوگیا۔میں نے جماعت احمدیہ فلسطین کے ایمان واخلاص اور حضرت اباجانؒ سے ان کی محبت کا تذکرہ تو بارہا سن رکھا تھا لیکن اس کیفیت کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اور محبت بھرے جذبات اور واقعات کو سن کر بہت لطف آیا اور دل جذبات حمد وشکر سے لبریز ہوگیا کہ یہ سب جماعت کی برکت ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے۔اس کیفیت کو لفظوں میں بیان کرنا بہت مشکل ہے۔آج بھی اس مجلس کی یاد آتی ہے تو آنکھیں پُرآب ہوجاتی ہیں۔اللہ تعالیٰ سب مخلصین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین

ایک دوست نے ذکر کیا کہ میں حضرت مولانا کے ساتھ پریس میں کام کیا کرتا تھا۔انہوں نے بتایا کہ مولانا عربی رسالہ کے لئے خود ہی مضامین لکھتے اور پھر خود ہی کمپوز بھی کرتے اور چند احباب کی مدد سے دستی پریس پر شائع کیا کرتے تھے۔وہ خود بھی مشین چلانے کی خدمت کیا کرتے تھے۔ایک دوست نے یہ واقعہ یاد دلایا کہ وہ ان کے ساتھ فٹ بال کھیلتے تھے اور حضرت مولانا اکثر ان سے فٹبال چھین لینے میں کامیاب ہوجایا کرتے تھے۔بعض نے اکٹھے سفر پر جانے کی یادیں تازہ کیں۔بعض نے مخالفین سے مناظرات اور تبلیغی گفتگو کی تفاصیل بتائیں۔ بعض نے اس قہوہ کا ذکر کیا جو وہ اپنے ہاتھ سے تیار کرکے انہیں پلایا کرتے تھے۔ الغرض محبت اور پیار کی زبان سے ایسا خوبصورت تذکرہ جاری رہا کہ ہر شخص کا دل ایک بار پھر حضرت اباجانؒ کی یاد سے آباد اور دعاؤں سے پُر ہوگیا۔الحمدللہ علیٰ ذالک

اس سفر کے دوران مجھے معلوم ہوا کہ ابتدائی پرانی مسجد کے ساتھ ایک چھوٹا حجرہ ہوا کرتا تھا جس میں حضرت اباجان نے کچھ عرصہ قیام کیا۔اب تو ماشاءاللہ اس پرانی مسجد کی جگہ پر ایک شاندار اور بہت خوبصورت مسجد تعمیر ہوچکی ہے۔بعدازاں آپ نے ایک اور مکان میں رہائش اختیار کی جو مسجد کے بالکل ساتھ تھا۔میں نے وہ جگہ بھی دیکھی۔اب وہاں نیا مکان تعمیر ہوچکا ہے۔

ایک روز جماعت کے امیر مکرم محمد شریف عودہ صاحب مجھے اور میری اہلیہ کو وہ جگہ دکھانے لے گئے جو مسجد کے قریب ہی پہاڑ کے دامن میں ہے۔جہاں ایک چشمہ پر حضرت اباجانؒ ٹھنڈے پانی میں نہانے کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ اس جگہ کے قریب کھیتوں میں ابتدائی ایام میں حضرت مولانا عربی زبان میں تقریر کی مشق کیا کرتے تھے۔آپ کا طریق یہ تھا کہ آپ تازہ عربی اخبارات خرید کر وہاں اس وادی میں اکیلے چلے جاتے اور کھیتوں کے درمیان کھڑے ہوکر بلند آواز سے اخبار پڑھتے اور تقریر کی مشق کیا کرتے تھے۔اس راز کا پتہ اس طرح لگا کہ ایک روز ایک احمدی بھی قریبی راستہ سے گزر رہا تھا کہ اس نے حضرت مولانا کی بلند آواز سنی اور اس طرح یہ بات ہمارے علم میں آئی کہ آپ تبلیغ اسلام کی خاطر کس طرح دن رات محنت کرتے تھے اور اپنی لیاقت اور قابلیت بڑھانے کے لئے کیا کیا طریق اختیار فرماتے تھے۔

ایک روز مکرم عبداللہ اسدعودہ صاحب مجھے اپنے ایک پرانے اور معمر شناسا سے ملانے کے لئے لے گئے۔جاتے ہوئے انہوں نے تعارف کروایا کہ وہ ایک معروف علم دوست آدمی ہیں اور ایک مقامی اسلامی تنظیم کے لیڈر ہیں۔ان کا جماعت سے رابطہ رہا ہے اور بعض اوقات وہ مسجد بھی آتے رہے ہیں۔انہیں ہمارے آنے کی اطلاع دے دی گئی تھی۔ہم پہنچے تو وہ عرب رواج کے مطابق ہمارے استقبال کے لئے گھر سے باہر تشریف لائے اور بہت اخلاص اور محبت بھرے پُرجوش معانقہ سے ہمارا استقبال کیا۔پھر بہت تکریم کے ساتھ گھر کے اندر لے گئے اور مرکزی جگہ پر بٹھا کر فوراً ہی مہمان نوازی میں مصروف ہوگئے۔ میرے لئے اس نوعیت کا یہ پہلا تجربہ تھا۔باوجود دیگر افراد خانہ کے جو مدد کے لئے تیار تھے یہ بزرگ دوست خود گھر کے اندر سے کھانے پینے کی اشیاء ایک ایک کرکے لاتے اور بہت محبت سے پیش کرتے تھے۔اس دوران ان کے محبت بھرے کلمات اور عزت وتکریم کا انداز ان کی قلبی محبت کا آئینہ دار تھا۔بار بار خوشی کا اظہار کرتے اور کھانے پینے کا اصرار کرتے تھے۔

مہمان نوازی کا زور ذرا دھیما پڑا تو باتیں شروع ہوئیں۔عبداللہ صاحب نے جماعت کے احوال بیان کئے اور کچھ امور اس معمر بزرگ نے بیان کئے۔دوران گفتگو میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کو جماعت احمدیہ سے کب سے تعارف ہے۔اس پر جو جواب انہوں نے دیا وہ سن کر میں بھی اور عبداللہ صاحب بھی حیرت میں ڈوب گئے۔انہوں نے کہا کہ میں تو جماعت

احمدیہ کو بہت پرانے وقتوں سے جانتا ہوں۔ میں مسجد بھی کئی بار گیا ہوں اور پھر کہا کہ میں السید مولانا ابولعطاء سے بھی ملا ہوں وہ یہاں جماعت کے مبلغ تھے اور بہت بڑے عالم تھے۔ اچانک یہ ذکر سن کر ہم دونوں بہت حیران بھی ہوئے اور خوش بھی اور جب عبداللہ صاحب نے انہیں بتایا کہ میں ان کا بیٹا ہوں تو اس وقت ان کی حالت دیکھنے والی تھی۔ فرطِ محبت سے اٹھ کر مجھے گلے لگالیا اور بہت ہی گرمجوشی سے ملے۔ مجھے اس وقت حضرت اباجان کی یاد نے بے قابو کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ ان کی محبت بھری یادیں آج بھی زندہ ہیں۔ ان کی قربانیاں آج بھی زندہ ہیں۔ ان کا نیک تذکرہ آج بھی جاری و ساری ہے۔ الحمدللہ

حیفا جماعت کے موسیٰ بن عبدالقادر صاحب نے ایک بار لندن میں مجھ سے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت اباجانؓ مرحوم ومغفور کے مناظرات کے نتیجہ میں سارے فلسطین میں آپ کی اتنی علمی دھاک بیٹھی ہوئی تھی کہ مخالف علماء انہیں سامنے سے آتا دیکھ کر اکثر اپنا راستہ تبدیل کرلیا کرتے تھے اور اس طرزِ عمل سے وہ آپ کی علمی برتری اور فوقیت کا اعتراف کرتے تھے۔

رسالہ الفرقان کی مقبولیت

رسالہ الفرقان اپنی مقبولیت اور اہمیت کے لحاظ سے جماعت کی صحافتی تاریخ میں ایک غیر معمولی مرتبہ رکھتا ہے اور آج بھی لوگ اس رسالہ کو یاد کرتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ حضرت اباجان کی اپنی ہمہ گیر اور مشہور ومعروف شخصیت بھی ہوسکتی ہے مگر الفرقان کی مقبولیت کی اصل وجہ اس کا علمی معیار تھا۔ یہی وجہ تھی کہ الفرقان نہ صرف جماعت میں مقبول ترین ماہنامہ تھا بلکہ غیر از جماعت علمی اور مذہبی حلقوں میں بھی اس کو خوب شہرت اور مقبولیت حاصل تھی۔ اس سلسلہ میں اپنا ایک ذاتی تجربہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

غالباً 1967 یا 1968 کی بات ہے کہ مجھے وقف عارضی کرنے کی توفیق ملی۔ محترم سید میر محمود احمد صاحب ناصر اور مکرم ملک فاروق احمد صاحب کھوکھر کے ہمراہ میں نے یہ عرصہ کوہ مری میں گزارا۔ ایک دن خیال آیا کہ اس علاقہ میں پیر صاحب موہڑہ شریف کا مرکز بھی دیکھا جائے۔ چنانچہ ہم راستہ پوچھتے پچھاتے منزل تک پہنچ گئے۔ یہ مرکز مری کے نواح میں پہاڑوں کے دامن میں بہت گہری جگہ پر واقع تھا۔ کافی لمبا سفر طے کرکے ہم وہاں پہنچے تو مرکز کے کارکنان نے ہمارا پرتپاک استقبال کیا۔ ہم نے کہا کہ ہماری خواہش ہے کہ اگر ممکن ہو تو ہم کچھ دیر کے لئے پیر صاحب سے ملنا چاہتے ہیں۔ چند منٹ میں ہم تینوں پیر صاحب کے ملاقات کے کمرہ میں تھے۔ وہ ایک فرشی قالین پر گدی پر بیٹھے تھے۔ درمیانی عمر، وجیہہ صورت، تعلیم یافتہ اور کھلے ذہن کے مالک تھے۔ بہت اچھے ماحول میں بات چیت ہوئی۔ ہم نے اپنا تعارف کروایا تو بہت خوش ہوئے اور بتایا کہ وہ احمدیت سے خوب متعارف ہیں۔ یہ ذکر کرتے ہوئے انہوں نے اپنے قالین کا ایک کونا اٹھایا تو اس کے نیچے الفضل اور الفرقان کے تازہ شمارے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ دونوں جرائد ان کے پاس باقاعدہ آتے ہیں اور وہ بڑے شوق سے ان کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ساتھ ہی کہنے لگے کہ میں ان جرائد کو قالین کے نیچے رکھتا ہوں تاکہ باقی دوستوں کی نظر نہ پڑ سکے۔

ایک معاندِ احمدیت سے گفتگو

حضرت اباجانؓ کی معاندِ احمدیت جناب شورش کاشمیری ایڈیٹر ہفت روزہ چٹان لاہور سے ایک دلچسپ ملاقات مجھے اچھی طرح یاد ہے، میں بھی اس موقعہ پر حضرت اباجانؓ کے ساتھ تھا۔ رسالہ الفرقان کے لئے کاغذ کی خریداری کے سلسلہ میں ہم دونوں لاہور گئے۔ مکرم جناب ملک عبداللطیف صاحب ستکوہی کی دوکان پر پہنچے، مکرم ستکوہی صاحب نے جو حضرت اباجان کے شاگرد تھے حسبِ معمول بہت تپاک سے استقبال کیا اور فوراً چائے وغیرہ کا انتظام کیا۔ باتیں ہورہی تھیں کہ اچانک کہنے لگے کہ مولانا! آج آپ کی ملاقات شورش سے کرواتے ہیں جن سے آپ کی نوک جھونک رسالہ میں اکثر جاری رہتی ہے۔ دیکھا تو جناب شورش کاشمیری لمبا کرتہ اور پاجامہ پہنے، ننگے سر پہلوانوں کے انداز میں چلتے آرہے تھے۔ حسن اتفاق کہ وہ بھی کسی کام کے سلسلہ میں ملک صاحب کی دوکان کی طرف ہی آرہے تھے۔ باہم تعارف ہوا اور چند ابتدائی باتوں کے بعد اباجان نے وہ مسئلہ اٹھایا جس کا گزشتہ دنوں ہفت روزہ چٹان میں بڑا چرچا رہا تھا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب مدیر چٹان نے جماعت کے خلاف یہ شوشہ چھوڑا تھا کہ ان کا کلمہ نیا ہے اور اس کے ثبوت کے طور پر کتاب Africa Speaks میں نائجیریا کے ایک گاؤں کی احمدیہ مسجد کی پیشانی پر لکھے ہوئے کلمہ طیبہ میں لفظ محمد کو احمد میں تبدیل کر کے بڑے طمطراق سے صفحہ اول پر شائع کیا تھا اور یہ عنوان جمایا تھا کہ لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا! رسالہ الفرقان میں تصویر کا صحیح عکس شائع کرنے کے علاوہ اس الزام کا مدلل اور مبسوط جواب شائع ہوچکا تھا۔ اس حوالہ سے حضرت اباجانؓ نے ان سے پوچھا کہ شورش صاحب! خدا لگتی کہیں کہ کیا اب بھی آپ واقعی یہ سمجھتے ہیں

کہ احمدیوں کا کلمہ نیا ہے؟ اس پر شورش کاشمیری صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں ایک قہقہہ لگایا اور کہا کہ چھوڑیئے مولانا! ان باتوں کو۔ آخر ہم نے بھی تو اپنا اخبار بیچنا ہوتا ہے! اور ساتھ ہی کہا کہ یہ بات Off the record ہے۔ آپ نے اسے اپنے رسالہ میں شائع کیا تو میں اس کی تردید کردوں گا۔

بددیانتی، جھوٹ اور اس پر یہ ڈھٹائی دیکھ کر ہم سب حیران رہ گئے۔ کذب وافتراء کے گند میں پڑ کر انسان کہاں سے کہاں چلا جاتا ہے اس کا ایک افسوسناک منظر ہم نے دیکھا اور قرآن مجید کی اس آیت کا مفہوم خوب واضح ہوا کہ **و تجعلون رزقکم انکم تکذبون** (الواقعہ : 83) خدا کرے کہ ہمارے علماء خدا خوفی سے کام لیں اور جھوٹ کو ذریعہ آمد بنانے سے اجتناب کی توفیق پائیں۔

دلی خواہش کا پورا ہونا

ہر نیک والد کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو دین کی خدمت کرتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ پیارے اباجانؒ بھی ہمیشہ اس بات کے متمنی اور دعا گو رہے۔ اگرچہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد میرا اکثر وقت بیرون پاکستان گزرا ہے لیکن مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ اباجان کی زندگی میں ایسے متعدد مواقع پیدا ہوئے جن کو دیکھ کر آپ بے حد مسرور ہوئے اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔ ایک خاص موقع وہ تھا جب 1973ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ برطانیہ کے دورہ پر تشریف لائے۔ حضرت اباجانؒ بھی ان دنوں مختصر رخصت پر لندن آئے ہوئے تھے۔ مقامی پولیس کے افسران کے ایک اجلاس میں تقریر کرنے کے لئے مجھے دعوت موصول ہوئی۔ میں نے اباجان سے کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ تشریف لے چلیں چنانچہ ہم اکٹھے گئے۔ منتظمین نے پرتپاک استقبال کیا۔ ہم دونوں کو اسٹیج پر بٹھایا اور پروگرام کے مطابق میں نے اسلام کے تعارف کے بارہ میں تقریر کی۔ اس کے بعد حاضرین کے سوالات کے جوابات دیئے۔ اس موقع پر بعض حاضرین نے اباجان سے ان کے لباس خصوصاً پگڑی کے بارہ میں سوالات پوچھے جن کے جوابات اباجان نے اُردو میں دیئے اور میں نے ترجمہ کیا۔ الغرض بہت دلچسپ پروگرام رہا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اس روز مجھے انگریزی میں تقریر کرتے سن کر اور تبلیغ اسلام کرتے دیکھ کر حضرت اباجانؒ کو بے انتہا دلی خوشی محسوس ہوئی اور انہوں نے اس کا ذکر بھی کیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے محبت بھری دعاؤں سے اس عاجز کو نوازا۔

میں نے یہ واقعہ ایک مثال کے طور پر بہت تامل سے لکھا ہے اور صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت اباجانؒ کی اپنی اولاد کے بارے میں تمنا کیا تھی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کی اس بیتاب تمنا کو زندگی میں پورا فرما کر ان کے لئے اسی زندگی میں تسکین قلب و روح کے سامان مہیا فرمائے۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔ اللہ کرے کہ اگلے جہان میں بھی انہیں اپنی ساری اولاد کی طرف سے ہمیشہ خوشی کی خبریں پہنچتی رہیں۔

شاگردوں کا وسیع حلقہ

حضرت اباجانؒ کے شاگرد بلکہ شاگردوں کے شاگرد آج اکناف عالم میں پھیلے ہوئے ہیں اور خدمات دینیہ بجا لا رہے ہیں۔ ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو حضرت اباجانؒ کی زندگی میں جب بھی ان سے ملتے تو بڑے فخر سے یہ ذکر کرتے کہ ہم آپ کے شاگرد ہیں۔ حضرت اباجان ایسے مواقع پر کہا کرتے تھے کہ میرا اصول تو یہ ہے کہ میرا شاگرد تو وہ ہے جو خود اس بات کو تسلیم کرے۔ گھر کے ماحول میں بارہا آپ اپنے قابل اور دیندار شاگردوں کا ذکر بڑی محبت سے کیا کرتے تھے اور ان کی کامیابیوں پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ان کے لئے دعا کیا کرتے تھے۔ کبھی اس بات کی خواہش نہ کرتے کہ کوئی شاگرد آپ کی خدمت کرے بلکہ آپ ان کی خدمت اور عزت افزائی میں خوشی محسوس کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو سعادت منداور خدمت گزار شاگردوں کا بہت ہی وسیع حلقہ عطا ہوا تھا اور یہ محبت بھرا تعلق زندگی کے آخر تک جاری رہا بلکہ آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کے شاگرد جس محبت اور اکرام سے ملتے ہیں اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت اباجان کی یاد آج بھی آپ کے شاگردوں کے دلوں میں زندہ ہے اور بعض تو ایسے ہیں کہ حضرت اباجان کا ذکر کرتے ہیں تو آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں اور جذبات سے بے قابو ہو جاتے ہیں۔ یہ سب اسی محبت اور شفقت کا نتیجہ ہے جو آپ کے دلوں میں اپنے سب شاگردوں کے لئے تھی۔ مجھے یاد ہے کہ جب آپ کی صحت کمزور تھی اور آپ بحالی صحت کے لئے کوٹلی (آزاد کشمیر) گئے تو محترم مولانا محمد دین صاحب مرحوم نے جس طرح والہانہ محبت بھرے انداز میں دن رات آپ کی خدمت کی اس پر آپ کا دل محبت اور پیار سے لبالب بھر جاتا تھا اور آپ کے دل کی گہرائیوں سے ان کے لئے دعا نکلتی تھی۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

درویشان قادیان سے محبت

حضرت اباجان کو قادیان دارالامان میں دُھونی رما کر بیٹھنے والے درویشان سے دلی محبت تھی۔ مجھے متعدد بار حضرت اباجان کے ساتھ قادیان

جانے کا موقع ملا اور میں نے بار ہا یہ مشاہدہ کیا کہ ہر موقع پر آپ بڑی رازداری کے ساتھ حتی الوسع درویشان کرام کی مالی امداد فرماتے تھے۔اس خاموشی کے ساتھ کہ کسی ضرورت مند بھائی کی عزت نفس بھی مجروح نہ ہو اور ضرورت بھی احسن رنگ میں پوری ہو جائے۔ علاوہ ازیں درویش بھائیوں کی تکریم ،دلداری اور حوصلہ افزائی کے مختلف انداز اختیار فرماتے۔سب سے بڑی محبت سے ملتے اور سب کو دعائیں دیتے۔ ربوہ میں آنے والے درویشان کو گھر پر مدعو کر کے ان کی بھرپور ضیافت کرتے تھے۔اس سلسلہ میں مجھے ایک معین واقعہ یاد آیا جو بظاہر معمولی نظر آتا ہے لیکن حضرت اباجان کے دلی جذبات کو خوب ظاہر کرنے والا ہے۔غالباً جلسے کا موقع تھا چند درویش بھائی ربوہ آئے ہوئے تھے۔آپ نے حسب معمول ان سب کو گھر میں کھانے کی دعوت پر مدعو کیا۔کھانے کا گھر پر حسب سابق انتظام کر لیا گیا لیکن اس موقع پر آپ نے بازار سے دہی بطور خاص منگوایا۔ تھوڑی مقدار میں نہیں بلکہ پورا ''کونڈا'' منگوالیا۔یعنی مٹی کا بنا ہوا وہ وسیع برتن جس میں شیر فروش دہی جماتے ہیں۔وہ سارے کا سارا گھر منگوالیا۔گھر میں سب کو اس بات پر حیرت ہوئی کہ اتنا زیادہ دہی آپ نے کیوں منگوایا ہے۔اس کی بات چلی تو آپ نے فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ کل میں نے دفتر سے واپس آتے ہوئے دیکھا تھا کہ ایک دوکان پر یہ درویش کھڑے تھے اور بڑے شوق سے دہی خرید کر کھا رہے تھے۔میں نے سوچا کہ یہ ان کو بہت پسند ہے اس لئے یہ کونڈا ہی منگوالیا تا کہ وہ خوب سیر ہو کر کھالیں۔

قادیان کی یادگار عید

قادیان میں منائی گئی عید بھی مجھے ہمیشہ یاد رہے گی۔میں بارہ تیرہ سال کا تھا اور حضرت اباجانؒ کے ساتھ قادیان گیا ہوا تھا۔اس دوران عید کا موقع آیا تو یہ عید بہشتی مقبرہ کے باغ میں ادا کی گئی۔ہوا یہ کہ عید کی نماز شروع ہوتے ہی اتفاقاً وہاں درختوں پر لگے ہوئے شہد کے چھتے کو کسی نے چھیڑ دیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ شہد کی بڑی مکھیاں ہر طرف گھومنے اور ہر ایک کو کاٹنے لگیں۔حضرت اباجانؒ امام الصلوٰۃ تھے۔نماز میں تکبیرات کے وقت ہاتھ بار بار بلند کرنے سے مکھیاں اور بھی شدت سے حملے کرنے لگیں۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت اباجانؒ نے موقع کی نزاکت کے پیش نظر نماز کی ایک رکعت میں سورۃ الکوثر کی تلاوت کی اور دوسری میں سورۃ اخلاص کی۔نماز کے بعد خطبہ دینا بھی لازم تھا۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت اباجانؒ نے اس موقعہ پر صرف دو تین منٹ کا خطبہ دیا جبکہ آپ نے پگڑی کے شملہ سے اپنا منہ ڈھانپا ہوا تھا اور دعا کروادی۔اس وقت تک مکھیوں کی یلغار بہت تیز ہو چکی تھی۔ عید سے فارغ ہوتے ہی کچھ لوگ تو بھاگ کر ڈھاب کا پُل پار کر کے سیدھے قادیان چلے گئے۔بعض دوسری اطراف میں بھاگنے لگے اور کچھ ایسے بھی تھے جو مکھیوں سے بچنے کے لئے نماز والی دریوں کے نیچے گھس گئے۔میں بھی انہی لوگوں میں شامل تھا۔نئے کپڑوں کی پرواہ کئے بغیر دریوں کے نیچے تو چلا گیا لیکن اندر گرمی اور گرد سے برا حال ہو رہا تھا۔اگر سانس لینے کے لئے دری ذرا سی اوپر کرتا تو مکھیاں اندر آتیں اور اگر بند کرتا تو سانس لیتے وقت مٹی اندر آتی۔خیر چند منٹ بمشکل گزارے کہ کسی نے میرا نام لے کر پکارا کہ کہاں ہو۔میں نے دری کو ہلا کر اشارہ کیا تو چند خدام آئے اور مجھے کمبل میں لپیٹ کر اور ہاتھ پکڑ کر قادیان دارالامان پہنچا دیا۔مجھے بھی ایک دو مکھیوں نے کاٹا لیکن پھر بھی خیر گزری۔بعض لوگوں کا تو بہت ہی برا حال ہوا۔حضرت اباجانؒ بھی اسی طرح کسی دوست کی مدد سے قادیان پہنچے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بالکل محفوظ رہے۔اس واقعہ نے اس عید کو ایک ناقابل فراموش عید بنا دیا۔

اوصافِ حمیدہ

حضرت اباجانؒ کی زندگی میں عاجزی اور شکر گزاری بہت زیادہ تھی۔گھر کے ماحول میں مَیں نے آپ کی زبانی عجز و انکسار کا ذکر بارہا سنا۔اپنے ابتدائی حالات اور تنگی کے زمانوں کو ہمیشہ یاد رکھتے تھے۔اس موضوع پر بات کرتے ہوئے آپ ہمیشہ آبدیدہ ہو جایا کرتے تھے اور ایسے ایسے انداز میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے کہ سن کر میں بھی جذبات سے مغلوب ہو جاتا تھا۔آپ کی کیفیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الفاظ کی زندہ تفسیر تھی کہ ؎

سب کچھ تیری عطا ہے، گھر سے تو کچھ نہ لائے

آپ کو اپنی والدہ مرحومہ سے بہت ہی پیار تھا۔ہر سال یکم ستمبر کو ان کو یاد کیا کرتے تھے۔ ان کے لئے دعائیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میری والدہ تو میرے لئے مجسم دعا تھیں۔

حضرت اباجانؒ کی زندگی میں ایک نمایاں بات یہ تھی کہ آپ نمازہ جنازہ میں شمولیت کا اہتمام فرمایا کرتے تھے قطع نظر اس بات کے کہ کس کا جنازہ ہے۔ورثاء سے ہمدردی اور صبر کی تلقین فرماتے اور حتی الوسع تدفین کے لئے بھی جاتے۔

خاص طور پر ایسے موقعوں پر ضرور شمولیت کی کوشش فرماتے جبکہ جنازہ کے ساتھ جانے والوں کی تعداد کم ہوتی۔ مقصد یہ ہوتا کہ مرحوم یا مرحومہ کے ورثاء کی دلداری ہو۔

زندہ دلی اور ظرافت

حضرت اباجانؓ بہت زندہ دل انسان تھے اور آپ میں خوش طبعی اور ظرافت کی صفت بہت نمایاں تھی۔ لیکن ان سب مواقع پر آپ کا انداز ایسا ہوتا تھا کہ کسی کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے اور پر مزاح بات بھی بیان ہو جائے۔ گھر کے ماحول میں بھی یہی کیفیت ہوتی تھی۔ آپ خود بھی لطائف سنایا کرتے اور لطائف سننے کا بھی شوق تھا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ایک ایسی کتاب میرے ہاتھ لگی جس میں بہت عمدہ لطائف تھے۔ بغیر کسی خاص اہتمام کے کچھ روز گھر میں یہ سلسلہ جاری رہا کہ دوپہر کے کھانے کے بعد اس میں سے کچھ لطائف سناتا تو اباجان اور باقی سب افراد بہت محظوظ ہوتے۔ اس کتاب کا نام تو اب مجھے یاد نہیں ہم نے بطور لطیفہ اس کا نام ''چورن'' رکھا ہوا تھا۔

ربوہ کے ابتدائی دنوں میں ربوہ میں گنتی کے چند ٹانگے ہوا کرتے تھے۔ حضرت اباجانؓ عام طور پر چوہدری محمد بوٹا صاحب آف دارالیمن کا ٹانگہ استعمال کیا کرتے تھے اور وہ بھی بہت شوق اور محبت سے ہمیشہ اس خدمت کے لئے تیار رہتے تھے۔ جب اور جہاں ضرورت ہوتی فوراً آ جاتے۔ اباجان بھی ہمیشہ ان کو اجرت سے کچھ زائد ہی دے دیا کرتے تھے۔ کسی دعوت پر جاتے تو گھر والوں کو ان کے لئے کھانے کی تاکید کیا کرتے تھے تاکہ وہ بھوکے نہ رہ جائیں۔ عیدین اور خوشی کے دوسرے مواقع پر بھی ان کو زائد ادائیگی کر کے خوش کر دیا کرتے تھے۔ اباجان ان کے ساتھ خوش طبعی کی باتیں بھی کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے ٹانگے میں سوار ربوہ کی کسی سڑک سے گزر رہے تھے۔ سڑک کے کنارے پر نئے پودے لگائے جا رہے تھے۔ ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت اباجانؓ نے پنجابی میں چوہدری محمد بوٹا صاحب کو فرمایا:

''میاں بوٹا! تیرے ناں دا وادھا ہو ریا اے!'' (یعنی تمہارے نام (بوٹا) کا اضافہ ہو رہا ہے)۔ میاں بوٹا صاحب اور باقی سب احباب بھی اس پر لطف تبصرہ سے بہت محظوظ ہوئے۔

ہمارے ملک میں اشیاء میں ملاوٹ کی خرابی بہت عام ہے۔ اس کی ایک مثال دودھ میں پانی ملانا ہے۔ ہمارے گھر میں قریبی گاؤں سے ایک معمر خاتون دودھ لایا کرتی تھی اور ہمیں شک گزرتا تھا کہ وہ بیچاری بھی (اللہ معاف کرے) کبھی کبھی اس کمزوری کا ارتکاب کر لیا کرتی تھی۔ ایک روز حضرت اباجانؓ نے اس عورت کو بڑے پُر مزاح انداز میں اس طرف توجہ دلائی۔ گھر کے صحن میں بیٹھے تھے۔ ایک طرف نلکا لگا ہوا تھا۔ آپ نے اس خاتون کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ ''بی بی ہمارے گھر میں نلکا ہے۔ ضرورت ہوگی تو ہم پانی خود ہی ملا لیا کریں گے''۔

وضو کا اہتمام

حضرت اباجانؓ مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بہت اعلیٰ صفات حسنہ سے نوازا تھا۔ ان میں سے ایک آپ کا یہ طریق تھا کہ درس ہو یا تقریر یا کسی نوعیت کی مجلس سے خطاب ہو، ہمیشہ باوضو ہو کر فرماتے۔ اس بات کا بہت اہتمام فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ تقریر سے پہلے وضو کر لینا چاہیے۔ اس سے خیالات میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاکیزگی عطا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت شامل حال ہو جاتی ہے۔ اس اہتمام کے علاوہ بھی میں نے یہ بات آپ میں دیکھی کہ آپ عام اوقات میں بھی باوضو رہنے کی کوشش فرماتے اور جب بھی وضو دوبارہ کرنے کی ضرورت ہوتی تو اولین فرصت میں اس کا اہتمام فرماتے یہ بات آپ کی ذہنی اور قلبی کیفیات کی آئینہ دار ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نفاست پسند تھے۔ لباس سادہ ہوتا لیکن صاف ستھرا۔ جسمانی صفائی کا بھی بہت اہتمام فرماتے۔

شربتِ زندگی

مجھے یاد ہے کہ حضرت اباجانؓ نے ایک بار مجھ سے ذکر فرمایا کہ انہیں خواب میں ایک بوتل دکھائی گئی جس میں سرخ رنگ کا شربت ہے اور بوتل پر نمایاں حروف میں ''شربتِ زندگی'' کا لیبل لگا ہوا ہے اور ساتھ ہی نیچے قدرے باریک الفاظ میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ شربت 75 برس تک کار آمد رہے گا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت اباجانؓ نے فرمایا کہ مجھے اس بشارت میں خاص طور پر کار آمد کے لفظ سے بہت خوشی ہوئی ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے بشارت دی ہے کہ میری جتنی بھی زندگی ہوگی وہ کار آمد ہوگی۔ معذوری کی زندگی نہیں ہوگی اور آخر وقت تک اللہ تعالیٰ خدمت کی توفیق دے گا۔ الحمدللہ کہ یہ خدائی وعدہ ہر لحاظ سے پورا ہوا۔ عمر بھی

جولائی تا اگست شمارہ النور میں صفحہ نمبر 2 میں درج شدہ آیت قرآنی درج ذیل ہے:

یٰۤاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ وَلَاتَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ (البقرة:154-157)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو صبر اور دُعا کے ذریعہ سے (اللہ کی) مدد مانگو۔ اللہ (تعالیٰ) یقیناً صابروں کے ساتھ (ہوتا) ہے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اُن کے متعلق (یہ) مت کہو کہ وہ مُردہ ہیں۔ (وہ مُردہ) نہیں بلکہ زندہ ہیں مگر تم نہیں سمجھتے۔ اور ہم تمہیں کسی قدر خوف اور بھوک (سے) اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی کے ذریعہ (سے) ضرور آزمائیں گے اور (اے رسول!) تُو (ان) صبر کرنے والوں کو خوشخبری سُنا دے۔ جن پر جب (بھی) کوئی مصیبت آئے (گھبراتے نہیں بلکہ یہ) کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

قمری لحاظ سے 75 سال ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آخر تک بھرپور خدمتِ دین کی توفیق دی اور آپ خدمت کے راستہ پر سفر کرتے کرتے اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔

ناقابلِ فراموش

مجھے وہ دن خوب اچھی طرح یاد ہے جب آپ کو حضرت مصلح موعودؓ نے 1956 میں خالد احمدیت کے خطاب سے نوازا۔ جلسہ سالانہ کی تقریر میں یہ ذکر ہوا تھا۔ جلسہ سن کر گھر آنے پر حضرت ابا جان سے ملاقات ہوئی۔ مبارکباد عرض کی۔ میرے پیارے ابا جان اس وقت جذبات سے اس قدر مغلوب تھے کہ زبان سے کچھ کہنا مشکل ہو رہا تھا۔ بڑی ہی عجیب کیفیت تھی۔ خاکساری، عاجزی اور شکرگزاری کی تصویر بنے بیٹھے تھے۔ بات شروع کرتے تو پھر جذبات سے مغلوب ہو جاتے۔ ایسی کیفیت تھی کہ آج 58 سال بعد بھی یہ الفاظ لکھتے ہوئے میری آنکھیں اس منظر کو یاد کر کے آنسوؤں سے بھیگی ہوئی ہیں۔ میرے لئے وہ منظر اور وہ کیفیت ناقابلِ فراموش ہے۔ ناقابلِ بیان ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابا جانؒ کے درجات ابدالآباد تک بلند سے بلند تر فرماتا چلا جائے۔ آمین

بخت میں مولا مرے بھی قدر والی رات ہو

ارشاد عرشی ملک

بخت میں مولا مرے بھی قدر والی رات ہو
رات بھی ایسی کہ جس میں نور کی برسات ہو

مجھ شکستہ حال کا تجھ پر ہے سارا آسرا
کر عطا کچھ بڑھ کے اس سے، جو مری اوقات ہو

پاک ہو کر اس طرح نکلوں میں اس رمضان سے
مغفرت کی تیری جانب سے عطا سوغات ہو

یہ مقدس ماہ، جانے پھر ملے یا نہ ملے
جانے آئندہ برس کیا صورتِ حالات ہو

ظلمتیں ساری مٹا، اور دے مقدر کو اُجال
دُور میری زندگی سے، سایۂ آفات ہو

ذکر تیرا ہی رگ و پے میں ہو جاری اس طرح
تیرے بن کچھ نہ مجھے سوجھے، وہ دن کہ رات ہو

ایسی توبہ کی ملے توفیق، جو مقبول ہو
رحمتوں اور برکتوں کی ساتھ میں برسات ہو

تیری چوکھٹ چھوڑ کر جائیں کہاں تیرے فقیر
تیرے در کی بھیک پر جن کی گزر اوقات ہو

عام سی بندی ہے عرشی اور بے چاری بھی ہے
گر عطائے خاص تُو کر دے تو پھر کیا بات ہو

جو دعا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اُس سے ناراض ہوتا ہے

دعا کا فلسفہ

دعا کے ذریعہ انسان خدا تعالیٰ کے نزدیک ہوجاتا ہے

ظہیر احمد طاہر صاحب۔ جرمنی

دعا کیا ہے؟

جب سب سہارے ٹوٹ جائیں، امید کی کوئی کرن دکھائی نہ دے اور ہر طرف یاس اور نا امیدی کے اندھیرے مسلط ہوجائیں دل گریاں اور جان بریاں ہو تو ایسے وقت میں صرف ایک ہی سہارا باقی رہ جاتا ہے جس کی طرف خود بخود دل مائل اور نگاہیں مرکوز ہوجاتی ہیں۔ کوئی اسے مانے یا نہ مانے لیکن دکھ اور تکلیف کی گھڑی میں ہاتھ بے اختیار اُسی کی طرف بلند ہونے لگتے ہیں۔ روح پگھل پگھل کر اُسی کے آستانہ پر جھکتی چلی جاتی ہے اور یاس کو آس میں بدلنے کی متمنی اور آرزو مند ہوتی ہے۔

دعا نام ہے ایک بزرگ و برتر اور وراء الوراء ہستی کی بارگاہ میں ایک کمزور اور حقیر بندۂ ناتواں کی طرف سے اپنی کم مائیگی کے اظہار کا۔ جب وہ نہایت تضرع، عاجزی وانکساری اور بیچارگی کے عالم میں اپنی بے توقیری اور درماندگی کو خیال میں لاکر مالک حقیقی کے حضور عجز وبُکا اور اِلتجا والتماس کرتا ہے۔ جب وہ ایک نیستی کے ساتھ آہ وبُکا کرتے ہوئے اپنی حاجات اور مشکلات کو اُس کے حضور میں اس یقین کے ساتھ پیش کرتا ہے کہ وہی حاجت روا اور مشکل کشا ہے تو ایک روز وہ دیکھتا ہے کہ روحانی طور پر مردہ جسم میں تروتازگی اور شادابی کے آثار نمایاں ہوکر اُس میں آثار زندگی پیدا ہونے لگتے ہیں۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”دعا بڑی شئے ہے جبکہ انسان ہر طرف سے مایوس ہوجائے تو آخری حیلہ دعا ہے جس سے تمام مشکلات حل ہوجاتے ہیں۔ مگر ایسی توجہ کی دعا ضرور ایک وقت چاہتی ہے اور یہ بات انسان کے اختیار میں نہیں کہ کسی کے واسطے دل میں درد پیدا کرلے۔“ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 50-51۔ ایڈیشن 2003ء)

یاد رہے جب آتشِ محبت شعلہ زن ہوکر مقصودِ زندگی رضائے الٰہی کا حصول ہوجائے تو اس پیوند کی مضبوطی سے بتدریج بیّن روشنی کی طرف ترقی ہوتی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوسکتی ہے کہ دل میں یہ تڑپ اور خواہش جاگزیں ہوجائے کہ میرا مولا مجھ سے راضی ہو کیونکہ یہی انسانی زندگی کا ماحاصل اور مدعا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ سینہ ودل میں اُس کے غیر کے لئے کوئی ادنیٰ سی جگہ بھی نہ ہو بلکہ جسم وجان کے ذرّے ذرّے میں اللہ ہی اللہ سرایت کرجائے تاکہ روح اُس سے سیراب ہو۔

یُوں تو دُعا ایک چھوٹا سا، عام استعمال میں آنے والا لفظ ہے۔ لیکن اگر فی الواقعہ اس سہ حرفی لفظ پر غور کرکے اس کی گہرائی اور گیرائی کو ناپا جائے تو بظاہر چھوٹا دکھائی دینے والا یہ لفظ خدا تعالیٰ کی محبت کا ایک ایسا بحر بیکراں ہے جو روحانی نعماء سے پُر اور لذت وسکون کی دولت سے مالا مال ایک ایسا راستہ ہے جس کے دَر قربِ الٰہی کی طرف کھلتے ہیں۔ گویا یہ منزلِ مقصود کی طرف لے جانے والا زینہ ہے۔ اسلام کی سچائی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ وہ خالق اور مخلوق کے زندہ تعلق کی نہ صرف بات کرتا ہے بلکہ وہ راہیں بھی دکھاتا ہے جن پر چل کر مخلوق اپنے خالق کے دَر تک رسائی حاصل کرلیتی ہے اور اُس سے ہم کلام ہوکر اطمینانِ قلب کی دولت سے مالا مال ہوجاتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذات ہی اس بات کی حقدار ہے کہ صرف اُسی کے حضور میں اپنے دامن کو پھیلایا جائے کیونکہ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ (الرّعد:15) ”سچی دعا اُسی سے کی جاتی ہے۔“ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المؤمن:61)

"اور تمہارے ربّ نے کہا مجھے پکارو میں تمہیں جواب دوں گا۔"

اس کے برعکس وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اُس کے غیر کو پکارتے اور اُن سے یارانے لگا کر مرادیں مانگتے ہیں وہ گمراہ اور راہ ہدایت سے بھٹکے ہوئے لوگ ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ O (الاحقاف:6)

"اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے سوا اُسے پکارتا ہے جو قیامت تک اسے جواب نہیں دے سکتا؟ اور وہ تو اُن کی پکار ہی سے غافل ہیں۔"

ہمارے نبی کریم ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو بتایا ہے کہ تمہارا خدا اپنے بندوں کے اُس کی طرف اُٹھے ہوئے ہاتھوں کو خالی واپس کرتے ہوئے شرماتا ہے۔ چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِ اِذَا رَفَعَ الرَّجُلُ اِلَيْهِ يَدَيْهِ اَنْ يَّرُدَّهُمَا صِفْرًا خَائِبَيْنَ (ترمذی ۔ کتاب الدعوات)

اللہ تعالیٰ بڑا حیا والا ، بڑا کریم اور سخی ہے۔ جب بندہ اس کے حضور اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو وہ ان کو خالی اور ناکام واپس کرنے سے شرماتا ہے۔

دعا کے لغوی معنی

لغت میں دعا "دَعَا یَدْعُوْ" سے مصدر ہے اور اس کا مطلب طلب کرنا، بلانا، پکارنا، مدد چاہنا، درخواست کرنا اور ترغیب دینا لکھے ہیں۔ مثال کے طور پر دَعَوْتُ اللّٰهَ۔ مَیں نے اللہ سے (خیر و برکت کی) درخواست کی۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کا ایک معنی ایمان بیان کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

وَدُعَآؤُكُمْ (الفرقان:78) اِيْمَانُكُمْ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ (الفرقان:78) وَمَعْنِى الدُّعَاءِ فِي اللُّغَةِ الْإِيْمَانُ اور دُعَآءُكُمْ سے مراد اِيْمَانُكُمْ ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآءُكُمْ۔ دعا کے معنی لغت میں ایمان کے بھی ہوتے ہیں۔

(صحیح البخاری ۔ جلد1 کتاب الایمان صفحہ 39۔ مطبوعہ نظارت اشاعت ربوہ)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ "دعا کے معنی تو یہی ہیں کہ انسان خواہش ظاہر کرتا ہے کہ یوں ہو۔ پس کبھی مولیٰ کریم کی خواہش مقدم ہونی چاہئے اور کبھی اللہ کریم اپنے بندہ کی خواہش کو پورا کرتا ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 436 ۔ ایڈیشن 2003ء)

دعا کی حقیقت و اہمیت

انسان بہت حقیر اور شے لامحض ہے جسے قدم قدم پر ضرورتیں اور احتیاجیں لاحق رہتی ہیں اور اُس کی زندگی کا ہر ایک لحہ کسی نہ کسی رنگ میں محتاج اور ضرورت مند رہتا ہے جبکہ خدا تعالیٰ کی ذات ہر ضرورت و احتیاج سے مستغنی اور مبرا ہے۔ ہم حاجت مند ہیں اور وہ حاجت روا، وہ غنی ہے اور ہم فقیر۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ O

(الفاطر:16)

"اے لوگو! تم ہی ہو جو اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہے جو غنی (اور) ہر تعریف کا مالک ہے۔"

دعا مومن کا ایسا کارگر اور موثر ہتھیار ہے جسے کسی بھی وقت اور ہر موقع پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ دعا کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم کی ابتداء اور انتہاء دعا سے ہوئی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے دعا کو عبادت قرار دیا ہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ کا ہر ایک قول و فعل اور عمل اس قابل ہے کہ اُسے چراغ راہ بنا کر اُس سے رہنمائی لی جائے۔ آپؐ فرماتے ہیں:۔

لَيْسَ شَيْءٌ اَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ ، سُبْحَانَهٗ ، مِنَ الدُّعَاءِ

(سنن ابن ماجه۔أبواب الدعاء۔ بابُ فَضْلِ الدُّعَاءِ)

یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں دعا سے بڑھ کر کوئی چیز عزت والی نہیں۔

اسی طرح حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جس کیلئے دعا کا دروازہ کھولا گیا اس کیلئے رحمت کا دروازہ کھولا گیا۔

(جامع ترمذی کتاب الدعوات باب فی دعاء النبی)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ نے خدائے رحمٰن کے بندوں کی ایک خوبی یہ بیان کی ہے کہ: "رحمٰن کے پیارے دعاؤں میں لگے رہتے ہیں اور اپنی بیوی، اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اور دعا کیوں نہ کریں۔ حکم ہوتا ہے اگر تم دعاؤں سے کام نہ لو تو اللہ کو تمہاری کیا پرواہ ہے اور تم ہو ہی کیا چیز؟"

(خطبات نور صفحہ 580)

انسان کی پیدائش کی اصل غرض و غایت عبادت الٰہی کا قیام ہے اور ہمارے نبی ﷺ نے دعا کو عبادت قرار دیا ہے چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں:۔

الدُّعَآءُ هِيَ الْعِبَادَةُ (ابوداؤد ،کتاب الوتر،باب الدُّعاءِ)

یعنی دعا عبادت ہی ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ ہماری زندگی کا ہر ایک لمحہ دعاؤں سے پُر ہو۔ ہمارا اٹھنا بیٹھنا، ہمارا چلنا پھرنا، ہمارا سونا جاگنا، ہمارا کھانا پینا گویا ہمارا ہر ایک قول اور ہمارا ہر ایک فعل دعاؤں کے سہارے طے ہو اور ہم دعاؤں کے مضبوط حصار کو کبھی بھی اپنے سے جدا نہ کریں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یقیناً سمجھو کہ دعا بڑی دولت ہے جو شخص دعا کو نہیں چھوڑتا اس کے دین اور دُنیا پر آفت نہ آئے گی۔ وہ ایک ایسے قلعہ میں محفوظ ہے جس کے اردگرد مسلح سپاہی ہر وقت حفاظت کرتے ہیں۔'' (ملفوظات جلد چهارم صفحه نمبر 148۔ ایڈیشن 2003ء)

دُعا کا طریق

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمل سے اپنے ماننے والوں کو دعاؤں کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ آپ کی زندگی کا ہر ایک لمحہ دعا سے عبارت تھا۔ آغاز نبوت سے بھی بہت پہلے آپ اپنے پیدا کرنے والے کی یاد میں محو رہا کرتے اور کئی کئی دن تاریک و تنگ غار حرا میں عبادت الٰہی اور دعاؤں میں گزار دیتے۔ گویا دعا ہی آپ کا اوڑھنا بچھونا اور دعا ہی آپ کی زندگی کا ماحاصل تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ دعا کا بہترین طریق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

اِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِتَمْجِيدِ رَبِّهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ ، ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، ثُمَّ يَدْعُوْ بَعْدُ بِمَا شَاءَ

(ابوداؤد۔ کتاب الوتر۔ باب الدُّعاء ۔حدیث نمبر 1481)

''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو پہلے اپنے ربّ کی حمد و ثنا بیان کرے، پھر نبی ﷺ کے لیے درود پڑھے، اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔''

رسول کریم ﷺ نے نماز میں دعا کا جو طریق بیان فرمایا ہے اِسی مبارک طریق کو نماز کے علاوہ کی جانے والی دعاؤں میں اختیار کیا جائے تو یقینی طور پر دعائیں زیادہ پر اثر اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والی ہونگی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

''جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں سامنے پھیلا کر دعا مانگو، ہاتھ کو الٹا کر کے نہ مانگو۔ اور جب تم دعا کر کے فارغ ہو جاؤ تو دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پھیر لو۔'' (سنن ابو داؤد۔ کتاب الوتر۔باب الدعاء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعا کا طریق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ ''دعا کے لئے رِقّت والے الفاظ تلاش کرنے چاہئیں۔ یہ مناسب نہیں کہ انسان مسنون دعاؤں کے ایسا پیچھے پڑے کہ اُن کو جنتر منتر کی طرح پڑھتا رہے اور حقیقت کو نہ پہچانے۔ اتباعِ سنّت ضروری ہے، مگر تلاشِ رقّت بھی اتباعِ سنت ہے۔ اپنی زبان میں جس کو تم خوب سمجھتے ہو، دعا کرو تا کہ دعا میں جوش پیدا ہو۔ الفاظ پرست مَخذُول ہوتا ہے۔ حقیقت پرست بننا چاہیے۔ مسنون دعاؤں کو بھی برکت کے لیے پڑھنا چاہیے مگر حقیقت کو پاؤ۔ ہاں جس کو زبانِ عربی سے موافقت اور فہم ہو وہ عربی میں پڑھے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحه 538۔ ایڈیشن 2003ء)

دعا کرتے وقت انسان اس بات پر پختگی سے قائم ہو کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔ زمین و آسمان کی کوئی بھی چیز اس کے دست قدرت سے باہر نہیں اور وہ اپنی جاری سنت کے ماتحت اپنے بندوں سے سلوک فرماتا ہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:۔

اذا دعا احدکم فلیعزم المسئلة ولا یقولن اللّٰھم ان شئت فاعطنی فانه لا مستکره له (صحیح بخاری کتاب الدعوات)

یعنی جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرنے لگے تو اسے چاہیے کہ اپنے سوال پر پختگی سے قائم ہو اور ایسے الفاظ استعمال نہ کرے کہ خدایا اگر تو پسند کرے تو میری اس دعا کو قبول کر لے کیونکہ خدا تو بہر حال اسی صورت میں قبول کرے گا کہ وہ اسے پسند کرے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام آداب دعا کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ ''بعض لوگ اس قسم کے بھی ہیں جو بظاہر دعا بھی کرتے ہیں مگر اس کے فیوض اور ثمرات سے بے بہرہ رہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آداب الدعا سے ناواقف ہوتے ہیں اور دعا کے اثر اور نتیجہ کے لیے بہت جلدی کرتے ہیں اور آخر تھک کر رہ جاتے ہیں...... سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ جس سے دُعا کرتا ہے اس پر کامل ایمان ہو۔ اس کو موجود، سمیع، بصیر، خبیر، علیم، متصرف، قادر سمجھے اور اس کی ہستی پر ایمان رکھے کہ وہ دعاؤں کو سنتا ہے اور قبول کرتا ہے۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحه 522 ۔ ایڈیشن2003ء)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دٰخِرِیْنَ O (المومن:61)

’’ مجھے پکارو میں تمہیں جواب دوں گا۔ یقیناً وہ لوگ جو میری عبادت کرنے سے اپنے تئیں بالا سمجھتے ہیں ضرور جہنم میں ذلیل ہوکر داخل ہوں گے۔‘‘

رسول کریم ﷺ کی پاکیزہ ومطہر زندگی کو ایک نظر دیکھا جائے تو آپ کی حیات طیبہ عبادت الٰہی اور دعا سے عبارت نظر آتی ہے۔آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور ہر ایک پل اللہ کے سہارے بسر ہوتا تھا۔چنانچہ آپ کی خدا تعالیٰ کے حضور کی گئی متضرعانہ دعائیں اور درد والحاح میں ڈوبی التجائیں آج بھی نظامِ عالم کی تاروں کو محسور کن نغمگی کے ساتھ ہلا کر آپ کے ماننے والوں کے لئے راہنمائی کا کام دے رہی ہیں۔آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی صفات میں ڈوب کر عرفان الٰہی کے ایسے چشمے جاری کئے جو محبوب حقیقی کے بحر بے کنار میں گر کر اُس میں ضم ہوجاتے ہیں اور اپنے وجود تک کو مٹا دیتے ہیں ۔آپؐ اپنے ماننے والوں کو بھی ایمان وایقان کی انہی بلندیوں پر دیکھنا چاہتے تھے۔اس لئے جس قدر ہمیں دعاؤں کی طرف توجہ پیدا ہوگی اُتنا ہی جلد ہم آپ کی دعاؤں سے حصہ لیکر ان برکات کا وارث بنیں گے جو حضور نبی پاک ﷺ کے متبعین کے حصہ میں لکھ دی گئی ہیں۔حضور ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو اُن کے پروردگار کے متعلق یہ عرفان عطا فرمایا ہے کہ:۔

اِنَّ رَبَّکُمْ حَیِیٌّ کَرِیْمٌ ، یَسْتَحْیِیْ مِنْ عَبْدِہٖ اَنْ یَرْفَعَ اِلَیْہِ یَدَیْہِ ، فَیَرُدَّھُمَا (ابن ماجہ، ابواب الدعاء۔بَابُ رَفْعِ الْیَدَیْنِ فِی الدُّعَاءِ)

تمہارا پروردگار حیاوالا اور سخی ہے۔وہ اس بات سے شرماتا ہے کہ اُس کا بندہ (دعا کیلئے) اُس کی طرف ہاتھ اٹھائے اور وہ انہیں خالی ہاتھ لوٹا دے۔

اس لئے بہت ضروری ہے کہ دعا کے دروازے کو ہمیشہ کھٹکھٹایا جائے اور نہایت مستعدی اور مستقل مزاجی کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فضلوں کو تلاش کیا جائے اور کبھی تھک کر نہ بیٹھا جائے اور وَسْئَلُوا اللّٰہَ مِنْ فَضْلِہٖ (النسآء:33)’’اور اللہ سے اس کا فضل مانگو،‘‘ کے حکم پر عمل کیا جائے ۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعا کی اہمیت اور اس کے طریق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

☆۔’’سانپ کے زہر کی طرح انسان میں زہر ہے اس کا تریاق دُعا ہے جس کے ذریعہ سے آسمان سے چشمہ جاری ہوتا ہے۔جو دُعا سے غافل ہے وہ مارا گیا۔ ایک دن اور رات جس کی دعا سے خالی ہے وہ شیطان سے قریب ہوا۔ ہر روز دیکھنا چاہئے کہ جو حق دُعاؤں کا تھا وہ ادا کیا ہے کہ نہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 591۔ ایڈیشن 2003ء)

☆۔’’ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دعا جو خدا تعالیٰ کے پاک کلام نے مسلمانوں پر فرض کی ہے۔اس کی فرضیت کے چار اسباب ہیں۔(1) ایک یہ کہ تا ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہوکر توحید پر پختگی حاصل ہو۔کیونکہ خدا سے مانگنا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ مُرادوں کا دینے والا صرف خدا ہے ۔(2) دوسرے یہ کہ تا دعا کے قبول ہونے اور مراد کے ملنے پر ایمان قوی ہو۔(3) تیسرے یہ کہ اگر کسی اور رنگ میں عنایتِ الٰہی شامل حال ہو تو علم اور حکمت زیادت پکڑے ۔(4) چوتھے یہ کہ اگر دُعا کی قبولیت کا الہام اور رؤیا کے ساتھ وعدہ دیا جائے اور اُسی طرح ظہور میں آوے تو معرفت الٰہی ترقی کرے اور معرفت سے یقین اور یقین سے محبت اور محبت سے ہر ایک گناہ اور غیر اللہ سے انقطاع حاصل ہو جو حقیقی نجات کا ثمرہ ہے۔‘‘

(ایام الصلح ، روحانی خزائن جلد 14صفحہ 242)

☆۔’’ یہ خیال مت کرو کہ ہم بھی ہر روز دعا کرتے ہیں اور تمام نماز دعا ہی ہے جو ہم پڑھتے ہیں۔کیونکہ وہ دعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے۔وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔وہ گداز کرنے والی آگ ہے وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے۔وہ ایک تندسیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے۔ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہوجاتا ہے۔‘‘

(لیکچر سیالکوٹ ، روحانی خزائن جلد 20صفحہ 222)

☆۔’’ دعا جب قبول ہونے والی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دل میں ایک جوش اور اضطراب پیدا کر دیتا ہے اور بسا اوقات اللہ تعالیٰ خود ہی ایک دعا سکھاتا ہے اور الہامی طور پر اُس کا پیرایہ بتا دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ (البقرۃ:38) اِس سے صاف پایا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے راستباز بندوں کو قبول ہونے والی دعائیں خود الہاماً سکھا دیتا ہے۔

بعض اوقات ایسی دعا میں ایسا حصہ بھی ہوتا ہے جس کو دعا کرنے والا ناپسند کرتا ہے،مگر وہ قبول ہوجاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس آیت کے مصداق ہے۔ عَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ (البقرۃ:217)‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 164 ۔ایڈیشن 2003ء)

☆۔’’ جو بات ہماری سمجھ میں نہ آوے یا کوئی مشکل پیش آوے تو ہمارا طریق یہ

ہے کہ ہم تمام فکر کو چھوڑ کر صرف دعا میں اور تضرع میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ تب وہ بات حل ہو جاتی ہے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 542۔ ایڈیشن 2003ء)

دعا کی برکات وتاثیرات

دعاؤں کی بیشمار برکات وتاثیرات ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے فیض کا ایسا جاری چشمہ ہے جس سے ہر کوئی اپنی بساط اور توفیق کے مطابق سیراب ہو سکتا ہے۔ اس میں ادنیٰ واعلیٰ اور کمزور و برتر کی کوئی تخصیص نہیں۔ بلکہ دعاؤں کا دائرہ ملک وقوم کی حدود وقیود سے باہر اور رنگ ونسل کے امتیاز سے بالا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے:۔

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝ (بنی اسرآءیل:21)

''ہر ایک کو ہم تیرے ربّ کی عطا سے مدد دیتے ہیں اُن کو بھی اور اِن کو بھی اور تیرے ربّ کی عطا روکی نہیں جاتی۔''

حضرت نبی کریم ﷺ دعا کرنے کا طریق اور اس کے برکات وتاثیرات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ''مَنْ فُتِحَ لَهُ مِنْكُمْ بَابُ الدُّعَاءِ فُتِحَتْ لَهُ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَمَا سُئِلَ اللّٰهُ شَيْئًا يَعْنِىْ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَنْ يُّسْأَلَ الْعَافِيَةَ، وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَ مِمَّا لَمْ يَنْزِلْ فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِالدُّعَاءِ''

(سنن الترمذی۔ کتاب الدعوات۔ باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید)

حضرت ابن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جس کے لئے باب الدعاء کھولا گیا تو گویا اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے جو چیزیں مانگی جاتی ہیں، ان میں سے سب سے زیادہ اسے عافیت طلب کرنا محبوب ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ دعا اس ابتلاء کے مقابلہ پر جو آ چکا ہو اور اس کے مقابلہ پر بھی جو ابھی نہ آیا ہو نفع دیتی ہے۔ اے اللہ کے بندو! تم پر لازم ہے کہ تم دعا کرنے کو اختیار کرو۔''

اس دور میں بدقسمتی سے دعاؤں کی قبولیت اور اُن کی برکات وتاثیرات سے انکار ہونے لگا۔ یہاں تک کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے ماننے والوں نے دعاؤں کی حقیقت سے انکار کرنا شروع کر دیا۔ تب ابنائے فارس میں سے ایک جری اللہ کو دعاؤں کے معجزات کے ساتھ بھیجا گیا۔ آپ نے ہر ایک مذہب اور فرقہ کے لوگوں کو دعوت عام دی کہ کون ہے جو دعاؤں کی قبولیت اور اُن کی حقیقت سے انکار کرتا ہے اور کون ہے جو دعاؤں کی برکات اور تاثیرات کو نہیں مانتا، وہ میرے پاس آئے اور اپنی آنکھوں سے قبولیتِ دعا کے نشانوں کو ملاحظہ کرے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''اگر دُعا نہ ہوتی، تو کوئی انسان خداشناسی کے بارے میں حق الیقین تک نہ پہنچ سکتا۔ دُعا سے الہام ملتا ہے۔ دُعا سے ہم خدا تعالیٰ سے کلام کرتے ہیں۔ جب انسان اخلاص اور توحید اور محبت اور صدق اور صفا کے قدم سے دُعا کرتا کرتا فنا کی حالت تک پہنچ جاتا ہے۔ تب وہ زندہ خدا اس پر ظاہر ہوتا ہے، جو لوگوں سے پوشیدہ ہے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 192۔ ایڈیشن 2003ء)

آپ نے دنیا کو بتایا کہ دعا کی برکات وتاثیرات آب وآتش سے بڑھ کر ہیں اور دعاؤں کے فیوض وبرکات کی جلوہ گری دنیا کے ہر قریہ اور ہر علاقہ میں اپنی شان دکھلا رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''میں اپنے ذاتی تجربہ سے بھی دیکھ رہا ہوں کہ دُعاؤں کی تاثیر آب وآتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے۔ بلکہ اسباب طبعیہ کے سلسلہ میں کوئی چیز ایسی عظیم التاثیر نہیں جیسی کہ دعا ہے۔'' (برکات الدعا، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 11)

نیز فرماتے ہیں:۔

''دعاؤں میں بلاشبہ تاثیر ہے۔ اگر مردے زندہ ہو سکتے ہیں تو دعاؤں سے۔ اور اگر اسیر رہائی پا سکتے ہیں تو دعاؤں سے۔ اور اگر گندے پاک ہو سکتے ہیں تو دعاؤں سے۔ مگر دعا کرنا اور مرنا قریب قریب ہے۔''

(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 234)

غرض دعا ایک ایسا ہتھیار ہے جس کا کوئی ثانی نہیں۔ دعا اپنے اندر بہت اثر اور طاقت رکھتی ہے جو بڑے بڑے پہاڑوں کو بھی ریزہ ریزہ کر سکتی ہے۔ دعاؤں کی برکت سے طوفانوں کے رخ مڑ جاتے ہیں اور سمندری جوار بھاٹے مدھم پڑ جاتے ہیں۔ گویا

☆......دعا غیر ممکن کو ممکن میں بدل دیتی ہے۔

☆......دعا کی برکت سے بگڑے کام سنور جاتے ہیں اور روحانی مردے زندے ہوجاتے ہیں۔

☆......دعا سے لاعلاج بیمار شفایاب ہوکر دوبارہ زندگی کا مزہ چکھتے ہیں۔

☆......دعا ایک ایسا لازوال خزانہ ہے جسے جتنا زیادہ استعمال کیا جائے وہ اتنا ہی بڑھتا ہے۔

☆......دعا اپنے اندر عجیب روحانی تاثیرات رکھتی ہے جو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کو جذب کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں۔

☆......دعا اور صدقہ وخیرات سے بلائیں ٹل جاتی ہیں۔

☆......دعا وہ تریاق ہے جس سے گناہ کی زہر دور ہوجاتی ہے۔

☆......دعا کی برکت سے پشتوں کے بگڑے الٰہی رنگ پکڑ لیتے ہیں۔

☆......دعا ہی تمام کامیابیوں اور ترقیات کی جڑ ہے۔

☆......دعا بندے اور خدا کے درمیان رابطے کا اہم ترین ذریعہ ہے۔

☆......اور......سب بڑھ کر یہ کہ **دعا** سے الہام ملتا ہے۔

ہمارے آقا ومولا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا لایا ہوا عظیم الشان روحانی انقلاب بھی آپ کی دعاؤں کا نتیجہ تھا جس سے صدیوں کے روحانی مردے زندہ ہوکر الٰہی رنگ پکڑ گئے اور انہوں نے اپنے ربّ کو اپنے دل کی آنکھ سے دیکھ لیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعاؤں کے فیوض کے ذکر میں فرماتے ہیں:

’’حقیقت یہ ہے کہ دعا پر ضرور فیض نازل ہوتا ہے جو ہمیں نجات بخشتا ہے۔ اِسی کا نام فیض رحیمیّت ہے۔ جس سے انسان ترقی کرتا جاتا ہے۔ اِسی فیض سے انسان ولایت کے مقام تک پہنچتا ہے اور خدا تعالیٰ پر ایسا یقین لاتا ہے کہ گویا آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔‘‘

(ایّام الصلح ، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 250)

اللہ تعالیٰ ہمیں دعا کی حقیقت کو سمجھنے اور اُس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆

نالۂ فلسطین

صادقؔ باجوہ۔ میری لینڈ

ہائے! مظلوم لہو پھر سے ہوا ہے ارزاں — دستِ قاتل تو نہیں آہ و فغاں سے لرزاں
ایک انبار ہے لاشوں کا، کہاں ہو مدفن — سر پہ منڈلائے عدو بھی ہے لگائے قدغن
بستیوں شہروں کو ویران بنایا کس نے — بیگناہوں کو سرِدار چڑھایا کس نے
ہے قیامت سے بھی پہلے یہ قیامت منظر — ظلم پر ظلم ہوا اپنے وطن میں بے گھر
پھر سے تاریخِ ہلاکو کو ہے دہرایا گیا — پھر حجابِ رُخِ ظالم کو ہے سرکایا گیا
ہو شکایت بھی کہاں کونسی شُنوائی ہے — چُپ رہیں ظلم پہ، یہ کیسی شناسائی ہے
پھر سرِطُور کوئی جلوہ نمائی ہوگی — پھر فُسوں ظلم کا ٹوٹے گا خدائی ہوگی
پھر فراعین کی غرقابی کا فرماں ہوگا — پھر بلکتے ہوئے انسانوں کا درماں ہوگا
نارِ نمرُود بھڑکتی ہے جلانے کے لئے — رحمتِ خاص لپکتی ہے بچانے کے لئے

ہیں تماشائی جو آج ان کا تماشا ہوگا
ہر طرف بکھرا ہوا ظلم کا لاشہ ہوگا

صداقتِ مہدیؑ کا نشان ذوالسنین ستارہ

محمود احمد ناگی جارجیہ یوایس اے

حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے اذن پا کر ماموریت کا دعویٰ مارچ 1882ء میں کیا۔ اسی سال ستمبر میں آپ کی سچائی دنیا میں ظاہر کرنے کے لئے ایک دُم دار ستارہ ذوالسنین نمودار ہوا جو پچھلی چار صدیوں میں نظر آنے والے تمام دُم دار ستاروں سے کہیں زیادہ روشن تھا۔ اس نشان کو آپ کے لئے ظاہر ہونے والے آسمانی نشانوں میں ایک منفرد حیثیت حاصل ہے کیونکہ یہ آپ کی سچائی کا پہلا آسمانی نشان تھا۔ اس کے بعد 1894ء میں خدا تعالیٰ نے آپ کے لئے کسوف وخسوف یعنی سورج اور چاند کو گرہن لگنے کے نشانات ظاہر کئے۔ یہ ایسے نشانات تھے جو کسی مامور من اللہ کے لئے دنیا میں پہلے کبھی نمودار نہ ہوئے اور رہتی دنیا تک آپ کی صداقت کی پہچان بن گئے ہیں۔ قرآن شریف کی بہت سی آیات حضرت مہدی علیہ السلام کے دعویٰ پر مہر تصدیق ثبت کررہی ہیں۔

دُم دار ستارہ کیا ہے؟ دُم دار ستارے سورج کے گرد چکر لگاتے ہیں اور ان سے کاربن ڈائی آکسائیڈ، امونیا اور میتھین گیسوں کا اخراج ہوتا رہتا ہے۔ دُمدار ستارے کے جسم کو برف کے گولے سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ اس کی ساخت گرد اور گیسیں ہیں۔ عام طور پر جونہی یہ ستارے سورج کے قریب ہونا شروع ہوتے ہیں تو سورج کی شعاعیں اسکی گرد اور گیسوں کو پرے دھکیلتی ہیں جس کی وجہ سے ان کی دُم ظاہر ہونے لگتی ہے۔ دُم کا ایک حصّہ گیسوں کی وجہ سے اور دوسرا چارج شدہ ایٹم سے بنتا ہے۔ کچھ صورتوں میں دُم کا دوسرا حصّہ بنتا ہے اور اس ستارہ کی دُم دوشاخہ نظر آتی ہے۔ ان ستاروں کو دوربین کی مدد کے بغیر بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ دُم کا رخ ہمیشہ سورج سے پرے ہوتا ہے۔ دُم دار ستاروں کے جسم کا قطر دس میل سے لے کر دس لاکھ میل تک ہوسکتا ہے اور ان کی دُم کی لمبائی دس کروڑ میل تک بھی ہوسکتی ہے۔ زیادہ تعداد ان دُم دار ستاروں کی ہے جنھیں دوربین کے بغیر نہیں دیکھا جاسکتا۔ جب یہ ستارے سورج کے بہت قریب سے گزرتے ہیں تو اس سے ٹکرا کر پاش پاش ہوجاتے ہیں اور پھر سورج میں ہی گم ہوجاتے ہیں ان کو Sun Grazers کہا جاتا ہے۔ جب ان کے ٹکڑے ہوتے ہیں تو وہ بھی سورج کے گرد چکر لگانے لگتے ہیں اور کچھ عرصہ بعد بخارات بن کر اپنی ماہیت کھو بیٹھتے ہیں۔ زمین جب سورج کے گرد گردش کرتی ہوئی ان کے قریب سے گزرتی ہے تو یہ شہاب ثاقب بن کر اس پر برستے ہیں۔ وہ دُم دار ستارے جو مادی آنکھوں سے دیکھے جاسکتے ہیں ان کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ پچھلے 332 سالوں میں صرف نو ایسے دُمدار ستارے ہیں جن کو لوگوں نے دن کی روشنی میں دیکھا اور قدرت کے لازوال کرشموں سے لطف اندوز ہوئے۔ جنہیں بھی انہیں مشاہدہ کا موقع ملا وہ ان کی بے حد خوبصورتی کو کبھی نہ بھلا سکیں گے۔

دُم دار ستارہ جو 1882ء میں افق پر نمودار ہوا وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ نے مہدی زماں ہونے کا دعویٰ مارچ 1882ء میں کیا اور ربّ جلیل نے آپ کی سچائی کے لئے یہ آسمانی نشان (ذوالسنین) 9 ستمبر 1882ء کو ہی ظاہر کردیا۔ نشان وہ ہوتا ہے جس کے لئے مدعی پہلے سے موجود ہو اور اس نے مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کر رکھا ہو۔ اس وقت علمِ فلکیات نہ ہونے کے برابر تھا اور دُم دار ستاروں کی پیشین گوئی کرنا تو ناممکنات میں سے تھا۔ آپ کے زمانے میں ایسا روشن دُم دار ستارہ نمودار ہوا جس کا چرچا ساری دنیا میں دھوم دھام سے ہوا۔ یہ اس قدر روشن اور نمایاں تھا کہ سب دیکھنے والوں کا منظورِ نظر بنا اور دنیا میں سب سے زیادہ دیکھا اور ریکارڈ کیا گیا۔ اس سے پہلے دُم دار ستاروں کی تصاویر موجود نہیں لیکن اس کی تصاویر کم و بیش دنیا کی تمام لیبارٹریوں نے اتاریں اور محفوظ کیں۔ اس میں سے ایک اس مضمون میں شامل کی گئی ہے۔

یہ دُم دار ستارہ سب سے پہلے یکم ستمبر 1882ء میں کیپ آف گڈ ہوپ (Cape of Good Hope) اور گلف آف گنی (Gulf of Guinea) سے دریافت ہوا اور لوگوں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ بعدازاں چند دنوں کے اندر کرّہ جنوبی کی بہت سی جگہوں سے اس کے دیکھنے کی اطلاعات موصول ہوئیں۔ یہ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے بھی دیکھا گیا اور بعد میں بھی۔ اس ستارہ کی روشنی دن بدن بڑھتی گئی اور 14 ستمبر 1882ء کو یہ دیو قد دُم دار ستارہ ڈرامائی طور پر اس قدر روشن ہوا کہ فلکیاتی تاریخ میں سب سے زیادہ چمکدار اور روشن دُم دار ستارہ بن گیا۔ اس وقت اس کی روشنی (Brightness) ایک ہزار چاند کے مجموعہ کے برابر ہوگئی۔ 17 ستمبر کو یہ سورج سے دو لاکھ چونسٹھ ہزار میل کے فاصلہ پر تھا۔ اس سے اگلے ہی دن قرطبہ، سپین کے افق پر آیا اور دیکھنے والوں نے اسے دمکتا ستارہ (Blazing Star) کے نام سے موسوم کیا۔ ستمبر کے آخر اور اکتوبر کے شروع میں اس کا جسم گولائی سے بیضوی شکل کا ہو گیا۔ تین اکتوبر کو اس انڈے نما جسم کے دو ٹکڑے ہو گئے یعنی ذوالسنین دو دانتوں والا دُم دار ستارہ۔ اسی طرح جس طرح پیشگوئی میں اس کا ذکر ہے۔ آخر کار 17 اکتوبر تک اس کی مزید ٹوٹ پھوٹ ہوئی اور یہ پانچ حصّوں میں بٹ گیا۔ فروری 1883ء میں بھی اس کی دُم صبح کے وقت روشن نظر آتی رہی۔ فلکی سائنسدانوں کو اس کے آثار یکم جون 1883ء تک ملتے رہے۔ آج دنیا اسے سپر کومٹ (Super Comet) کے نام سے یاد کرتی ہے۔ یہ ستارہ پچھلے اور موجودہ دُمدار ستاروں سے بازی لے گیا اور بہت دیر تک اس کا چرچا چار سو رہے گا۔

1882ء کا دُم دار ستارہ صداقت حضرت مہدی علیہ السلام پر مہرِ نبوّت ثبت کرنے کے بعد قرآنی حکم کے عین مطابق سورج میں گم ہو گیا جب وہ اس کی طرف تیزی سے رواں دواں تھا۔ خدا تعالیٰ قرآن حکیم کی سورۃ النجم کی پہلی آیت میں اس ستارے کی قسم کھاتے ہوئے کہتا ہے کہ مہدیؑ کے زمانہ میں جو ستارہ نمودار ہوگا وہ آخر کار گر جائے گا اور 1882ء میں ظاہر ہونے والے دُم دار ستارے کا انجام بھی اس آیت کے عین مطابق ہوا۔ وہ چند ہفتوں میں سورج کے مدار میں محوِ خرام رہ کر اپنی ماہیت کھو بیٹھا۔ اس سے یہ استنباط کیا جا سکتا ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ سراجِ منیر ہیں اور آپ کو سورج کے ساتھ خاص نسبت ہے اور حضرت مسیح موعودؑ جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عاشقِ صادق تھے۔ اس لئے آپ کی ماموریت میں ظاہر ہونے والا دُم دار ستارہ بھی سورج سے ٹکرا کر اپنی حیثیت ختم کر بیٹھا۔ آپؑ کا اور رسول اکرم ﷺ کا ایک دوسرے کے ساتھ اسی طرح کا پیار اور محبت کا رشتہ ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ سورۃ الجن کی آیت نمبر 9 میں اس مضمون کو اور کھول دیتا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔ 'اور ہم نے آسمان کو چھوا مگر ہم نے اسے مضبوط پہروں اور شہابِ ثاقب سے بھرا پایا۔' اس کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مولوی شیر علیؓ لکھتے ہیں کہ قانونِ قدرت کے مطابق مامور من اللہ اور انبیاء علیہم السلام کے ظہور کے وقت غیر معمولی طور پر شہابِ ثاقب بڑی تعداد میں گرتے ہیں۔ اس آیتِ مبارکہ میں اسی غیر معمولی دُم دار ستارہ کا ذکر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سورۃ الواقعہ آیت نمبر 76 میں اس ٹوٹتے ہوئے ستارہ کو شہادت کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ ترجمہ اس آیت کا یہ ہے 'پس میں ستاروں کے ٹوٹنے کو شہادت کے طور پر پیش کرتا ہوں۔' خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ جب نبی یا مامور دنیا میں آتے ہیں تو اس جگہ اور اس وقت شہابِ ثاقب گرتے ہیں۔ سورۃ التکویر آیت 3 کی مختصر تفسیریوں کی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ جب مذہبی رہنما بگڑ جاتے ہیں اور ان کا اثر رسوخ سوسائٹی سے ختم ہو جاتا ہے تو اس وقت شہابِ ثاقب بڑی تعداد میں گرتے ہیں۔ اس آیت کا مفہوم بھی پچھلی آیات سے مطابقت رکھتا ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کے مامور من اللہ ہونے کی کھول کھول کر تائید و نصرت کر رہی ہیں۔ اس آیت میں بھی 1882ء کے روشن دُم دار ستارہ کے بروقت نمودار ہونے کی پیش گوئی کی گئی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ و مہدی معہود اس عظیم الشان تائیدِ آسمانی کا اپنی کتب میں کئی جگہ ذکر کرتے ہیں۔ آپؑ حقیقۃ الوحی صفحہ 205 میں لکھتے ہیں۔ '3۔ تیسرا نشان ذوالسنین ستارہ کا نکلنا ہے۔ جس کے طلوع ہونے کا وقت مقرر تھا اور مدّت

ہوئی کہ وہ طلوع ہو چکا ہے۔ اسی کو دیکھ کر بعض انگریزی اخبارات میں شائع ہوا تھا کہ اب مسیح کے آنے کا وقت آ گیا'۔ پھر آپ نے تذکرۃ الشہادتین کے صفحہ 24 پر تحریر کیا۔ 'عیسائیوں کا بھی عقیدہ ہے کہ اسی زمانہ میں مسیح موعود کا آنا ضروری تھا۔ ان کتابوں میں صاف طور پر لکھا تھا کہ آدم سے چھٹے ہزار کے آخیر پر مسیح موعود آئے گا سو چھٹے ہزار کا آخیر ہو گیا اور لکھا تھا کہ اس سے پہلے ذوالسنین ستارہ نکلے گا اور مدّت ہوئی کہ نکل چکا'۔ اسی طرح آپ براہین احمدیہ جلد پنجم صفحہ 261 میں بیان فرماتے ہیں۔ 'حدیث میں آیا تھا کہ ان دنوں ستارہ ذوالسنین طلوع کرے گا چنانچہ مدّت ہوئی کہ اس ستارہ کا طلوع ہو چکا'۔ اس آسمانی نشان کو دنیا مانے یا نہ مانے خدا تعالیٰ اس کی بھرپور تائید کر رہا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے دو شعر پیشِ خدمت ہیں جو آپ کی کتاب حقیقۃ الوحی کے تتمہ صفحہ 157 سے لئے گئے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں۔

نشاں کو دیکھ کر انکار کب تک پیش جائے گا
ارے اِک اور جھوٹوں پر قیامت آنے والی ہے
خدا ظاہر کرے گا اِک نشاں پُر رعب و پُر ہیبت
دلوں میں اِس نشاں سے استقامت آنے والی ہے

حضرت مسیح موعودؑ اپنے مشن کو پورا کر کے اور مخلصین کی جماعت قائم کر کے 1908ء میں خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ آپ کے بعد خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ عالمگیر کی قیادت قدرتِ ثانیہ کے سپرد کی ہوئی ہے۔ جماعت دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔ امن و سلامتی کا قیام و استحکام جماعت احمدیہ کا طرّہ امتیاز ہے۔ اس کا دہشت گردی سے دور کا بھی واسطہ نہیں کیونکہ یہ عمل اسلام کے اصولوں کے منافی ہے۔ جماعت احمدیہ تو قرآن کی خدمت میں لگی ہوئی ہے اور ہر وہ کام سرانجام دے رہی ہے جس کے احکامات ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے صادر فرمائے تھے۔ خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت کو اگر کوئی بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا تو قادرِ مطلق خدا خود ہی اس کو کیفرِ کردار تک پہنچا دے گا۔ دنیا نے بار بار دیکھا کہ معاندینِ احمدیت کا ہر زمانے میں کیا حشر ہوا۔ اپنے اس مضمون کو ایک حدیث پر ختم کرتا ہوں جو مسند احمد حنبل کی جلد 4 صفحہ 96 سے لی گئی ہے۔ 'اگر کوئی اس حالت میں فوت ہو جائے کہ اس نے امامِ وقت کو نہ پہچانا ہو تو وہ جہالت کی موت مرے گا'۔ خدا سے میری دعا ہے کہ دنیا حضرت مسیح موعود کے حق میں پورے ہونے والے آسمانی نشانات کو پہچان لے اور جہالت کی موت مرنے سے بچ جائے۔ اے ربّ العالمین انکار کرنے والوں کو سیدھی راہ پہ ڈال دے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ○

''یعنی اب تجھے ان لوگوں کی طرف توجہ کی اس لئے ضرورت نہیں کہ اب بحث مباحثہ والے جوابوں کی جگہ ہم ان کو آسمانی نشانوں کے ساتھ جواب دینا چاہتے ہیں اور تجھ پر ہنسی کرنے والوں کو عبرتناک سزائیں دینا چاہتے ہیں۔ ان کو سوچنا چاہیئے تھا کہ جب یہ اللہ تعالیٰ کے شریک بنا رہے ہیں اور اس کی ہتک کر رہے ہیں تو وہ کب تک ان کی اس حرکت کو برداشت کرتا چلا جائے گا۔ قومی طور پر تو یہ پیشگوئی بعد ہجرت کفار مکہ کی شکست اور ذلّت کے طور پر پوری ہوئی۔ فردی طور پر بھی اس کا عجیب شاندار طور پر ظہور ہوا۔ عروہ بن زبیر کی روایت ابن اسحاق نے لکھی ہے (ابن کثیر جلد 5) کہ

رسول کریم ﷺ پر ہنسی اُڑانے والے پانچ رؤسا تھے ولید بن مغیرہ۔ عاص بن وائل۔ اسود بن عبد یغوث اور اسود بن المطلب اور حرث بن طلاطلہ۔ ان کے بارہ میں حضرت جبریل کشف میں رسول کریم ﷺ کو نظر آئے اور اسود بن عبد یغوث کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا اسے استسقاء ہو گیا اور وہ اس سے مر گیا۔ ولید بن مغیرہ کے پیر کی طرف اشارہ کیا اسے ایک پرانا زخم تھا جو مندمل ہو چکا تھا اس کے بعد وہ زخم پھٹ گیا اور وہ اس سے مر گیا۔ اور عاص بن وائل کے پاؤں کے تلوں کی طرف اشارہ کیا وہ چند دن بعد گدھے پر سوار طائف کو جا رہا تھا کہ تلے میں کوئی چیز کُھب گئی اور وہ اس سے مر گیا۔ اور حرث بن طلاطلہ کے سر کی طرف اشارہ کیا وہ سر کے زخم سے ہلاک ہو گیا۔ اور اسود بن مطلب کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا اور وہ اندھا ہو کر مر گیا۔''

(تفسیر کبیر جلد4صفحہ116)

''جو دل پہ گزرتی ہے رقم کرتے رہیں گے''

نعمان ظفر بلوچ

28 جولائی کی رات نہ صرف گوجرانوالہ کے احمدیوں کے لئے بلکہ تمام عالم احمدیت کے لئے کرب کی رات تھی۔ مومن کی مثال ایک جسم کی سی ہے جب اس کے ایک حصہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو تمام جسم بے تاب ہو جاتا ہے۔ جس وقت یہ خبر سنی تو دل بے چین ہو گیا اور بے اختیار دعا کی طرف ہاتھ اٹھے کہ خدایا! یہ کون لوگ ہیں جو ان معصوموں پر اپنے غیظ وغضب کی بجلیاں گرا رہے ہیں۔ ہر لحہ یہ فکر اور بے چینی بڑھتی چلی گئی۔ مگر ہائے اس ظلم کو روکنے والا کوئی نہ تھا۔ تمام دنیا نے دیکھا کہ پولیس خاموش تماشائی بنی اس ظلم وستم کو دیکھتی رہی۔ جس کے جی میں جو آیا اس نے کیا۔ کسی نے مال پر ہاتھ صاف کیا تو کسی نے جلتی پر تیل ڈال کر دل کی بھڑاس نکالی۔ اس ساری صورت حال میں فیض کے یہ اشعار دل پر مرہم رکھتے رہے

ہم پرورشِ لوح وقلم کرتے رہیں گے
جو دل پہ گزرتی ہے رقم کرتے رہیں گے
ہاں تلخی ایام ابھی اور بڑھے گی
ہاں ، اہل ستم مشق ستم کرتے رہیں گے
منظور یہ تلخی، یہ ستم ہم کو گوارا
دم ہے تو مداوائے الم کرتے رہیں گے

28 جولائی کی شب اس دلخراش اور غم اندوہ واقعہ کی یاد دے گئی جس نے قیامت صغریٰ کا وہ نمونہ دکھایا وہ بھی مسلمان کہلانے والوں کی طرف سے کہ جس کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آدم خور قبائل کے انسانوں کو جلانے کے قصے تو بہت سنے تھے مگر مذہب کے نام پر مہذب کہلانے والوں کی طرف سے زندہ انسانوں کو جلانے کا یہ واقعہ چشم فلک نے حیرت سے دیکھا۔ اس موقعہ پر جہاں کھلے بندوں قانون کی دھجیاں اڑائی گئیں، نہ حکومت نے اس واقعہ کا کوئی نوٹس لیا اور نہ ہی میڈیا نے۔ واقعہ کے دوران بعض ٹی وی چینلز نے اس کی خبریں چلائیں مگر کسی نے حکومت سے اس واقعہ کی تحقیقات کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ بعض نے تو اس کو دو فریقوں کے درمیان تصادم کا نام دے دیا۔

اک طرز تغافل ہے سو وہ ان کو مبارک
اک عرض تمنا ہے سو ہم کرتے رہیں گے

بعض حق گو اصحاب نے چیدہ چیدہ اخبارات میں اپنے کالمز میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے جو قارئین کے لئے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

چنانچہ ایاز امیر اپنے کالم ''کمال اتاترک کی ضرورت ہے'' میں لکھتے ہیں ''پاکستانی جمہوریت نے ایسے ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں کہ اب ان سے رجوع کرنا سیاہ کو سفید کرنے کے مترادف ہے، چنانچہ ان سے صرف نظر کرتے ہوئے آگے بڑھیں۔ ایک اصول ہے کہ ریاست کو مذہب کے بارے میں قانون سازی کرنے سے کوئی سروکار نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ ریاست کا کام ہے کہ وہ کسی کو کافر، گنہگار یا اچھا مسلمان قرار دے۔ یہاں ہمیں کسی عرب ملک کی بطور ریاست پیروی کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ اپنی طرز کی ایک منفرد ریاستیں ہیں۔

اس بنیادی اصول کو وضع کر لینے کے بعد آیئے دیکھتے ہیں کہ ہمارے ہاں کیا ہوا؟ ہمارے ہاں جوشیلے نعروں (صرف زبانی حد تک) کی کوئی کمی نہ تھی اور اس پر مستزاد 1974ء میں اس اسلامی جمہوریہ نے مذہبی حوالے سے ایک اچھے مسلمان یا اس کے برعکس ہونے کا تعین کرنے کی ذمہ داری بھی اٹھالی۔ یہ آمریت کا دور نہیں تھا جب پاکستان تنزلی کے اس سفر پر گامزن ہوا بلکہ جمہوریت کی چھتری تلے 1973ء کے نئے منظور کردہ آئین کی موجودگی میں یہ ستم ہوا۔ ایک بظاہر جمہوری دور میں پاکستان نے سماجی آزادی، لبرل رویئے اور انسانی اور آفاقی امور کے درمیان فطری حدبندی کا لحاظ کرنے کی یقین دہانی کرانے کی بجائے مذہب کے نام پر شدید ردعمل ظاہر کرنے کی راہ اپنالی اور اسے اپنی اہم مذہبی خدمت سمجھ لیا۔ اپنے وقت کے عظیم عوامی رہنما کہلانے والے ذوالفقار علی

بھٹو نے یہ سمجھا کہ ایسے کرتے ہوئے انہوں نے سیاسی طور پر اپنی جگہ ہمیشہ کے لئے پکی کرلی ہے، لیکن اس کے صرف تین سال بعد ہی قدامت پسند نظریات رکھنے والے آمر نے شب خون مارتے ہوئے ان کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔ آج پاکستان میں ہر آن پروان چڑھنے والی قدامت پسندی کے زیادہ تر سوتے اسی آمریت سے پھوٹتے ہیں۔ دو سال بعد بھٹو صاحب کو پھانسی دے دی گئی۔ اس طرح وہ ایک حوالے سے سیاسی طور پر امر ہو گئے۔

بھٹو صاحب کے وضع کیے ہوئے نقوش پر آمر ضیاء الحق نے مذہبی تشخص کے خدوخال مزید گہرے کر دیئے اور 1984ء میں ایک آرڈیننس جاری کرتے ہوئے ایک فرقے کو خود کو مسلمان یا اپنی عبادت گاہوں کو مساجد کہنے سے روک دیا۔ 1974ء میں بھٹو کی طرف سے کی گئی آئینی ترمیم، 1984 میں ضیاء کے آرڈیننس اور 1985ء میں پارلیمنٹ کے توہین مذہب کے بنائے گئے قوانین نے پاکستان میں خاص طور پر اقلیتوں کے لئے ایک خوف کی فضا قائم کر دی۔ توہین کے قوانین کی زد میں زیادہ تر عیسائی برادری آئی جبکہ ان تینوں قوانین نے مل کر ایک گروہ کو پاکستانی معاشرہ سے الگ کر دیا۔

اس بات پر بحث نہیں کہ جن معروضات کو جواز بنا کر یہ قوانین بنائے گئے وہ درست تھے یا غلط، یہاں صرف ایک وسیع تر اصول کی بات کی جا رہی ہے کہ کیا مذہبی معاملات پر قانون سازی سے ریاست کو کوئی سروکار ہونا چاہئے ؟ تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی ریاست مذہبی معاملات کی سرپرستی کرتی ہے تو کبھی ہزاروں عورتوں اور غیر مقلدوں کو چڑیل قرار دے کر زندہ جلا دیا جاتا ہے یا پھر کسی نیک انسان، جیسا کہ منصور کا سر فصیل شہر پر لٹکا دکھائی دیتا ہے۔ پاکستان میں ایسے قوانین بناتے ہوئے آمر اور مفاد پرست جمہوری حکمران، دونوں اپنے تئیں اسلام کا پرچم بلند کر کے لافانی عظمت حاصل کرنے کے خواہاں تھے۔ تاہم حقیقت اس کے برعکس ثابت ہوئی کیونکہ آنے والے وقت نے اسلام کی عظمت کی بجائے ان قوانین کی وجہ سے انتہاء پسندی، تنگ نظری، مذہبی عصبیت اور بنیاد پرستی کے پیران تسمہ پا اس قوم کے کندھوں پر سوار دیکھے۔ ان کی وجہ سے پاکستان شاید دنیا کی واحد جمہوری ریاست ہے جہاں مذہبی تشخص کی بنیاد پر ''اقلیتیں'' بھی پائی جاتی ہیں۔ اس حوالے سے بہت سے کیسز کا حوالہ دیا جا سکتا ہے، تاہم تازہ ترین واقعہ گوجرانوالہ کا ہے جہاں توہین کا الزام، جو کہ بغیر کسی ثبوت کے یک طرفہ تھا، کی بناء پر ایک اقلیتی گروہ کی فیملی پر حملہ کیا گیا۔ ان کے گھر کو نذر آتش کر دیا گیا جبکہ ایک معمر خاتون اور اس کی دو معصوم پوتیاں دم گھٹنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئیں۔

ہمارے ہاں مذہبی اشتعال اس قدر شدید ہے کہ کوئی بھی ایسا الزام، چاہے اس کا کوئی بھی ثبوت موجود نہ ہو، عوام کو آگ بگولہ کر دیتا ہے اور کوئی نہ کوئی اقلیت اس کا نشانہ بن جاتی ہے۔ اس ضمن میں بعض کیسز پر اگر غیر جانبداری سے غور کیا جائے تو ان کے پیچھے کسی نہ کسی کا مالی فائدہ وابستہ ہوتا ہے۔ عام طور پر پولیس ایسے معاملات میں مداخلت نہ کرنا ہی بہتر سمجھتی ہے۔ وہ یا تو جائے وقوعہ پر پہنچتی ہی نہیں یا پھر خاموش تماشائی بن کر لاچار افراد کو تشدد کا نشانہ بنتے یا زندہ جلتے ہوئے دیکھتی رہتی ہے۔ اس عالم میں کون سے انسانی حقوق، انسانی جان و مال کا احترام یا مذہبی آزادی، سب خس و خاشاک، ہر طرف جلتی ہوئی بستیوں کا دھواں دکھائی دیتا ہے۔

(روزنامہ جنگ، 2 اگست 2014ء)

مظہر برلاس اپنے کالم ''چہرہ'' میں رقمطراز ہیں

''عید کے موقع پر مجھے دو چیزوں نے بہت تکلیف میں رکھا۔ ایک گوجرانوالہ کے واقعہ نے اور ایک فلسطین پر اسرائیلی حملوں نے۔ ان دونوں واقعات کا حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات سے بہت تعلق ہے۔ گوجرانوالہ کا واقعہ نہیں ہونا چاہئے تھا جس میں ایک اقلیتی گروہ کے گھروں پر حملہ ہوا۔ میری جان محمد عربی ﷺ پر قربان، محمد ﷺ کی یہ تعلیمات نہیں ہیں کہ اقلیتوں کا جینا حرام کر دو، مدینہ کی ریاست میں تو یہودی، عیسائی اور کافر بھی تھے مگر وہ سب اور ان کی عبادت گاہیں محفوظ تھیں۔ اسلام اقلیتوں کے ساتھ حسن سلوک کا درس دیتا ہے۔ افسوس یہاں کبھی گوجرہ اور کبھی بادامی باغ میں بستیاں جلا دی جاتی ہیں۔ توہین رسالت کے سلسلہ میں بھی تمام مسلمانوں سے ایک گزارش ہے کہ وہ اس قانون کا غلط استعمال نہ کریں درجنوں واقعات میں یہ بات سامنے آ چکی ہے کہ محض کاروباری جھگڑے کی بنیاد پر اقلیتی فرد پر توہین رسالت کا الزام لگا دیا جاتا ہے اس سلسلہ میں جب بھی کوئی واقعہ ہو پوری تحقیقات ہونی چاہئے۔''

(روزنامہ جنگ، 4 اگست 2014)

پھر رضا علی عابدی صاحب اپنے کالم ''دوسرا رخ'' میں اچھی اور بری خبروں کا تجزیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''رہ گئیں بری خبریں تو انکے ہیرو نا معلوم افراد ہوتے ہیں۔مثال کے طور پر پانچ سو نا معلوم افراد کا ایک مجمع اٹھا اور ایک بستی کو پھونک دیا۔کئی بچے اور بڑے زندہ جل گئے۔اب اپنے تجربے کی بنیاد پر ایک پتے کی بات عرض کروں۔کسی نے لکھا فرقہ۔کسی نے کہا مسلک،کسی نے جلنے والوں کو جماعت کا نام دیا اور کسی نے تو کمال کیا۔اس نے لکھا کہ دو فرقوں میں جھڑپ ہوئی،ایک کے مکانوں میں آگ بھڑک اٹھی۔کچھ اموات ہوئیں۔اس کو کہتے ہیں صحافتی شعبدہ بازی۔''

(روزنامہ جنگ ،1اگست 2014)

ہمارے ہاں المیہ یہ ہے کہ ہر نئی خبر کے بعد گزشتہ خبر قصہ پارینہ بن کر رہ جاتی ہے اور معاشرے کی بے حسی کی ایک ایسی تصویر چھوڑ جاتی ہے جس پر بے اختیار یہ کہنے کو دل چاہتا ہے کہ

روز معمورۂ دنیا میں خرابی ہے ظفر
ایسی بستی کو تو ویرانہ بنایا ہوتا

ان تمام حالات میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو دی گئی احمدیت کے مستقبل کے متعلق خدائی بشارات ہماری ڈھارس بندھاتی ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ انجام سلسلہ کے متعلق فرماتے ہیں

''میں بڑے دعویٰ اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے اور جہاں تک میں دور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحتِ اقدام دیکھتا ہوں۔اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے اور آسمان پر ایک جوش اور ابال پیدا ہوا ہے جس نے ایک پتلی کی طرح اس مشتِ خاک کو کھڑا کر دیا ہے۔ہر یک وہ شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں عنقریب دیکھ لے گا کہ میں اپنی طرف سے نہیں ہوں۔کیا وہ آنکھیں بینا ہیں جو صادق کو شناخت نہیں کر سکتیں۔کیا وہ بھی زندہ ہے جس کو اس آسمانی صدا کا احساس نہیں''

(روحانی خزائن جلد 3 ازالہ اوہام صفحہ 403)

پس ان حالات میں ہمارے لئے ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا نمونہ کافی ہے۔جب طائف کی زمین میں ستم گروں نے مظالم کی انتہاء کر دی تو آنحضرت ﷺ خون جمی جوتیاں پہنے ہوئے نڈھال ہو کر انگوروں کے ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے تو آپ ﷺ فرشتے کو بھی صبر کی تلقین کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور اپنی قوم کے حق میں دعا کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ:

اللّٰھم اھد قو می فا نھم لا یعلمون کہ اے اللہ! میری قوم کو ہدایت عطا فرما یہ جانتے نہیں کہ میں کون ہوں۔پس ہمیں بھی اللہ تعالیٰ سے یہی دعائیں کرنا ہیں کہ اے اللہ! ہماری قوم کو ہدایت دے یہ نورِ صداقت کو پہچانتے نہیں،لیکن ساتھ ہی صبر و تحمل کے ساتھ یہ سب کچھ برداشت بھی کرنا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے (آمین ثم آمین)

قرآنِ کریم

عطاء المجیب راشد

رفیق کوئی نہیں ہے کتاب سے بہتر
کوئی کتاب نہیں الکتاب سے بہتر

سدا بہار ہے اس گلستاں کا ہر غنچہ
ہر ایک لفظ ہے اس کا گلاب سے بہتر

سوال کوئی بھی، کیسا بھی ہو کسی دل میں
جواب اس میں ہے ہر اک جواب سے بہتر

یہ بحرِ بیکراں ہے ایک علم و حکمت کا
ہے حرف حرف ہزاروں خطاب سے بہتر

صحیفے اترے تھے گو اس سے پہلے بھی لیکن
نہ کوئی مصحفِ عالی جنابؑ سے بہتر

یہ اک کتاب ہے مکنون بھی مبیں بھی ہے
کہ پاؤ گے اسے تم ہر نصاب سے بہتر

کتابِ نور جو اتری حبیبِ مولاؐ پر
ہزار آفتاب و ماہتاب سے بہتر

اردو ہماری قومی و مادری زبان ہے

محی الدین عباسی MBA، لندن

اللہ تعالیٰ نے اس کرۂ ارض و دنیائے عالم میں بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لئے اپنے پیغمبر بھیجے جنکی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی جاتی ہے جو مختلف علاقوں میں انکا نزول فرمایا اکثر تو ان عبرانی اور عربی زبان بولنے والے علاقوں میں آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی 4 الہامی کتابیں بھی انہی زبانوں میں اتاریں جسمیں قرآن مجید فرقان حمید جو خاتم الکتب ہے وہ عربی زبان اور جس پر اتاری گئی وہ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تھے۔ علاوہ ازیں یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ تیسری الہامی و روحانی زبان اردو ہے۔ چونکہ یہ بھی نبی احمد علیہ السلام خاتم اولیا، خاتم الخلفاء کی ہی زبان تھی اور ان ہی کے ذریعہ دنیا میں علم و عرفان کے چشمے جاری ہوئے۔ آپکے الہامات و کرامات او پیشگوئیاں اکثر اسی زبان میں تھیں۔ ویسے تو حضرت مسیح موعودؑ نے عربی زبان کو تمام زبانوں کی ماں قرار دیا ہے۔ اور اس کو ام الالسنہ کہا ہے۔ مزید آپ فرماتے ہیں۔ مجھے قرآنی علوم عطا کئے گئے ہیں اور میرا نام اول المؤمنین رکھا گیا ہے اور مجھے سمندر کی طرح معارف اور حقائق سے بھر دیا ہے۔

(حوالہ ضرورت الامام صفحہ 31)

اس ناطہ سے ہم فخریہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ عربی کے بعد اردو زبان ہماری روحانی اور مذہبی زبان ہے۔ ہمیں اسکی قدر و منزلت، عزت و احترام کرنا اور اسکی اہمیت و افادیت کو سمجھنا اور اسکو فروغ دینا ہمارا دینی و اخلاقی فرض ہے۔ ویسے بھی حضرت اقدسؑ کی کتب و تحریرات کو پڑھ کر ایک عام انسان میں بھی نمایاں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ آپکے کلام کو پڑھنے سے ایک روحانی کیفیت اور علم و عرفان اور قلبی سکون میسر آتا ہے۔ اگر ان کتب کے دوسری زبانوں میں تراجم کر دیئے جائیں تب بھی جو اصل لطف و مزہ اس کے عرفان کا ہے وہ اردو زبان سے ہی حاصل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلطان القلم بھی قرار دیا ہے۔ اگر آپ نے تمام ادیان پر غالب آنا ہے تو ان تحریرات و دلائل کا بغور مطالعہ کریں اور علم و معرفت حاصل کریں۔ اسی لئے اس زبان پر زور دیتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے احمدی نوجوانوں کو نصائح کرتے ہوئے فرمایا: پس ایک نصیحت میں یہ کروں گا کہ تم اردو میں گفتگو کرنے کی عادت ڈالو اور اتنی عادت ڈالو کہ تمہارا لہجہ اردو دانوں کا سا ہو جائے۔ الفاظ اور محاورات کی اصلاح بعد میں ہو جائے گی۔ دوسری نصیحت میری یہ ہے کہ بے شک مخلوق کی خدمت کرو لیکن تمہیں قرآن مجید کا ترجمہ نہیں آتا تو یہ کام پوری طرح نہیں کر سکتے۔ اگر تمہیں قرآن مجید کا ترجمہ آتا ہے تو باقی سب چیزیں تمہارے لئے آسان ہو جائیں گی۔

(خطبہ جمعہ 29 جولائی 1949 مشعل راہ جلد اول صفحہ 542)

حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ حرم حضرت المصلح الموعودؓ فرماتی ہیں:

اردو زبان ہماری مادری زبان ہے۔ ہمیں جس قدر اس سے انس ہو کم ہے۔ کسی زمانہ میں یہ زبان انتہائی عروج پر تھی۔ یہ ایک زمانہ میں شاہی زبان تھی۔ اس زبان میں بڑے بڑے شعراء نے جنم لیا۔ دور و نزدیک ان شعراء کا چرچا تھا۔ مرزا غالب جیسے باکمال شاعر نے اسے عروج پر پہنچایا۔ آخر دم تک اسی جدو جہد میں رہا۔ یکا یک مرغ بادنما نے رخ بدلا۔ اور برطانوی جھنڈے کے تحت اس کو سسکنا پڑا مادری زبان ایک بہترین ذریعہ ہے۔ اسکی جتنی خدمت ہم اپنی زبان میں اپنے ملک کی کر سکتے ہیں اتنی کسی زبان میں ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ اور بات ہے کہ اگر خدا تعالیٰ نے اسے اور نعمار سے نوازا ہے تو فبہا ورنہ ان ذرائع کو بھی استعمال کرنا چاہئے۔ آخر وہ ذرائع جو ہمیں ودیعت کئے گئے ہیں۔ ہمیں بھی اپنے اندر اس قسم کا ولولہ پیدا کرنا چاہئے کہ ہم بھی اپنی قوم کی خدمت کریں۔ اور اپنے ملک کے لئے باعث فخر ثابت ہوں۔ ذریعہ جو نہایت آسانی سے اختیار کیا جا سکتا ہے وہ ہماری اپنی مادری زبان ہے یعنی اردو۔ کچھ پڑھ لینا یا ڈگری حاصل کر لینا کوئی بڑی بات نہیں بڑی بات یہ ہے کچھ سیکھ کر اس پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ ہمیں اپنے ملک کی خدمت کے لئے اور قومی ترقی کے لئے اس زبان سے کام لینا چاہئے۔ ہم اپنے گھر کی چار دیواری کے اندر رہ کر اپنی زبان میں عمدہ پیرایہ میں اس جذبہ کو پورا کر سکتے ہیں۔ ہمیں یہ دونوں حربے استعمال کرنے چاہئیں۔ سب سے پہلے تو

ہمیں اپنے گھر کو بیدار کرنا چاہئے۔جب ہم اپنی اس جدوجہد سے اپنی قوم کے اندر یہ بیداری پیدا کرچکیں گے اور ان میں یہ روح پیدا کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے تو پھر گھر کے باہر کی خبر لیناضروری ہوگا۔اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے سب سے پہلے ہمیں اس زبان میں مہارت پیدا کرنی چاہئے اپنے گھروں میں اور باہر چھوٹے بڑے سب میں اردو بولنے کی تحریک کرنی چاہئے۔لوگوں میں اردو پڑھو، اردو بولو کی تلقین ہونی چاہئے ۔دوسری زبان سیکھنا منع نہیں اور نہ ہی ہماری زبان دوسری زبانوں میں روک ہوسکتی ہے۔آجکل کی فضا کا یہ حال ہے غیر زبانوں میں تو ان کو اتنا عبور ہوتا ہے کہ ان کا مقابلہ مشکل ہوجاتا ہے ۔مگر اپنی زبان کا یہ حشر ہوتا ہے کہ ایک جملہ بھی صحیح طور پر بولنا مشکل ہوتا ہے۔اچھے اچھے لوگوں کو دوران گفتگو اس قدر عجیب وغریب اور غلط زبان بولتے دیکھا گیا ہے کہ اکثر اوقات ان کی وطنیت کے متعلق شبہ ہونے لگتا ہے۔جب ہمیں اپنی زبان پر عبور حاصل ہوجائے اور ہمارے اندر یہ روح کام کررہی ہو کہ ہم نے اپنے ملک و قوم کی خدمت کرنی ہے جس خوبی سے ہم اپنی زبان سے یہ خدمت سرانجام دے سکتے ہیں کسی اور ہتھیار کے ذریعہ ایسی خدمت آسانی کے ساتھ نہیں کرسکتے ۔

(حوالہ مصباح ربوہ فروری 1954 صفحہ 23)

علاوہ ازیں غیر ملکی طلباء کو جامعہ احمدیہ قادیان اور ربوہ میں اردو کا اضافی مضمون پڑھایا جاتا ہے جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔

پس منظر

اردو برصغیر ہندوستان میں عام رابطہ کی زبان ہے۔اسکا آغاز گیارہویں صدی عیسوی کے شروع میں ہوچکا تھا۔اردو ہند یورپی لسانی خاندان کے ہند ایرانی شاخ کی ایک ہند آریائی زبان ہے۔اسکا ارتقاء جنوبی ایشیا میں سلطنت دہلی کے عہد میں ہوا اور مغلیہ سلطنت کے دوران فارسی ،عربی اور ترکی کے اثر سے اسکی ترقی ہوئی۔اردو بولنے والوں کے لحاظ سے دنیا کی تمام زبانوں میں بیسویں نمبر پر ہے۔اور یہ پاکستان کی قومی زبان ہے جبکہ بھارت کی 23 سرکاری زبانوں میں سے ایک ہے۔اردو اور ہندی میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اردو نستعلیق رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔اور عربی اور فارسی الفاظ استعمال کرتی ہے۔اردو کی اپنی گرامر ہے۔جبکہ ہندی ناگری رسم الخط استعمال کرتی ہے۔کچھ ماہرین لسانیات اردو اور ہندی کو ایک ہی زبان کی دو معیاری صورتیں گردانتے ہیں اگر اردو ہندی کو ایک سمجھا جائے تو یہ دنیا کی چوتھی بڑی زبان ہے۔میرے ذاتی تجربہ کے لحاظ سے یہ 19 ویں صدی میں تیسری بڑی زبان ہوگی اسی لئے میں نے شروع میں اس کو تیسرا درجہ دیا ہے۔اردو زبان کو سب سے پہلے مغل بادشاہ شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں متعارف کرایا گیا وجہ یہ تھی کہ برصغیر میں 635 ریاستیں تھیں جو اکبر بادشاہ کے زیرِ نگیں تھیں۔چونکہ اس کی فوج میں مختلف زبانیں بولنے والے سپاہی تھے۔فوجی انتظامیہ کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔لہٰذا اکبر بادشاہ نے ایک نیا حکم جاری کیا اور اس طرح ایک نئی زبان متعارف ہوئی۔جو اردو اور اس کی تعلیم کو عام کیا گیا۔اردو ترکی زبان کا لفظ ہے۔جس کا مطلب ہے لشکر دراصل مغلوں کے دور میں کئی علاقوں کے فوجی آپس میں اسی زبان میں گفتگو کیا کرتے تھے جن میں ترکی، عربی، فارسی زبانیں شامل تھیں چونکہ یہ زبانوں کا مجموعہ ہے ۔اس لئے اسے لشکری زبان بھی کہا جاتا ہے۔دوسری بڑی وجہ یہ کہ یہ دوسری زبان کے الفاظ اپنے اندر سمو لینے کی بھی صلاحیت رکھتی ہے۔1999 کے شماریات کے مطابق اردو اور ہندی دنیا میں 5 ویں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان ہے۔دنیا کی دس بڑی زبانوں میں چینی، انگریزی اور ہسپانوی زبان کے بعد اردو اور ہندی دنیا میں سب سے زیادہ بولی جانے والی چوتھی زبان ہے۔جو کہ کل دنیا کی آبادی کا 4.7 فی صد افراد بولتے ہیں۔پاکستان میں کئی زبانیں بولی جاتی ہیں اور ان کی مادری زبان کوئی اور بھی ہو تب بھی علاقائی زبانیں بھی اردو کے الفاظ سے اثر پا رہی ہیں اور بآسانی تمام لوگ اردو بولتے اور سمجھتے ہیں۔پاکستان میں 8 ملین افغان مہاجرین جنہوں نے 25 سال گزارے ہیں پھر بھی وہ اردو روانی سے بولتے ہیں۔جنوبی ایشیاء سے باہر اردو زبان خلیج اور سعودی عرب میں جنوبی ایشیائی مزدور مہاجر بولتے ہیں۔یہ زبان برطانیہ ،امریکہ ،کینیڈا، جرمنی ،ناروے اور آسٹریلیا میں مقیم جنوبی ایشیائی مہاجرین بولتے ہیں۔البتہ فی زمانہ اور اگر میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ اب یہ زبان ان علاقوں میں ترقی کے بجائے تنزل اور ناپید ہوتی جارہی ہے۔اور ہماری نئی پود بچے ان علاقوں میں اپنی مادری زبان کو بھولتے چلے جارہے ہیں۔اور اسکی تمام تر ذمہ داری ہمارے والدین کی ہے۔جو اپنے گھر میں اردو کے بجائے انگریزی اور دیگر زبانوں میں بچوں کو بولتے دیکھ کر فخر محسوس کرتے ہیں۔بڑی بڑی قوموں نے اپنی ہی زبانوں میں ترقی کی ہے۔ہمارے سامنے مثال ہے جرمنی، فرانس، جاپان، روس، چین انہوں نے اپنی ہی زبانوں میں نصاب تیار کیا اور اپنے اسکولوں، کالجوں، اور یونیورسٹی میں اپنی زبان

میں ہی تعلیم دی ہے۔ اور ساری دنیا میں اس کے ناطے ترقیات حاصل کی ہیں۔ اور ہم اپنی زبان کی قدر نہ کرتے ہوئے ان قوموں سے پیچھے چلے گئے۔ ہم احمدی بچوں اور والدین سے استدعا کرتے ہیں کہ اپنی اس مادری روحانی زبان کو فروغ دیں اسکی اہمیت و افادیت کو سمجھتے ہوئے حضرت المصلح موعودؓ فرماتے ہیں ۔

''احمدیت سمجھ آتے ہی حضرت مسیح موعودؑ کی کتب جو اردو میں ہیں پڑھنی شروع کردو۔ اگر انہیں غور سے پڑھو تو تھوڑے دنوں میں ہی تم ایسے مبلغ بن جاؤ گے بڑے بڑے عالم بھی تمہارا مقابلہ نہیں کرسکیں گے۔ اور اس وقت تم اس قابل ہوجاؤ گے کہ تم امریکہ یا یورپ کے کسی ملک میں بطور مبلغ بھیج دئے جاؤ گے۔ جب تم حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے برکت ڈھونڈنے لگ جاؤ گے تو خدا تعالیٰ ایسے بادشاہ پیدا کردے گا جو آپکے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔(حوالہ الفضل 8 فروری 1956صفحہ نمبر 5) اردو کی اہمیت وافادیت کو سمجھتے ہوئے ہمیں اپنی نئی نسل کو حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے مطالعہ کے رجحان کو فروغ دینا ہوگا اپنے گھروں محفلوں میں اس زبان کو ترویج دینی ہوگی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ جس نے میری کتب کا مطالعہ کیا وہ عالم باعلم اور وہ ہر فرقہ کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ میری ذاتی رائے ہے ہمیں دو کشتیوں پر سوار ہونے کے بجائے ایک ہی کشتی کا انتخاب کرنا چاہئے اور پھر اسمیں علم و معرفت حاصل کرلیں۔ پھر دوسری زبانوں کی طرف توجہ دیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ نے دنیا کی جو کایا پلٹ دی تھی۔ انکے سامنے بڑے سے بڑا انسان ناکام اور ہیچ تھا۔ ان صحابہ نے صرف مدرسہ احمدیہ قادیان میں تعلیم حاصل کی تھی، مشہور یونیورسٹیوں کے فارغ التحصیل نہ تھے اسی لئے یہ ہماری روحانی والہامی زبانیں ہیں۔۔ صرف عربی اردو میں کمال حاصل کیا تھا۔ اب آخر میں حضرت خلیفہ اولؓ کے ارشادات میں سے کچھ حصے افادہ عام کے لئے عرض کرتا ہوں۔۔۔

اردو کی تائید میں ریزولیوشن

25 مئی 1909 کو حضرت مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح اولؓ کی صدارت میں صدر انجمن احمدیہ نے یہ ریزولیوشن پاس کیا کہ اس انجمن کی رائے میں اردو صوبہ پنجاب میں تعلیمی اغراض کیلئے بالعموم اور ابتدائی تعلیم کے لئے بالخصوص مناسب اور موزوں ہے اور یہ حیثیت درسی جو رتبہ اسے مدارس میں حاصل ہے اسکو قائم رکھنا ترقی تعلیم کیلئے نہایت ضروری ہے۔ علاوہ ازیں درس القرآن کلاس کے موقع پر طلباء نے یہ ذکر پڑھا کہ ہر رکعت میں قرآن شریف کا کچھ حصہ ضرور پڑھنا چاہئے اس پر حضرت مولانا موصوف نے فرمایا: کہ یہ اس واسطے ہوا کہ قرآن شریف اصل زبان اور عبارت میں محفوظ رہے چنانچہ اس وقت قرآن شریف کی پوری حفاظت سینہ بسینہ ہو رہی ہے۔

(حوالہ الفضل انٹرنیشنل 14جون 2002صفحہ 3)

عاجز کا خیال ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا جو درس دینے کا جماعتوں میں حکم ہے اسکی ایک وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ زندہ قومیں اپنی مادری زبانوں کو ہی زندہ رکھتی ہیں۔ جس طرح ہزاروں سال سے قائم عبرانی و عربی فارسی زبان قائم ہیں لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی زبان کو زندہ قائم دائم رکھنے کے لئے اور اسکو ناپید ہونے سے بچانے کے لئے اپنے گھروں میں بچوں کیساتھ اپنی زبان میں بات کریں۔ اور ہمارے روحانی پیشوا خاتم اولیاء خاتم الخلفاء حضرت مسیح موعودؑ کی اس روحانی اور مذہبی زبان کو فروغ دیں۔ آمین۔

وحی خفی

''ایڈیسن جو سب سے بڑا موجد ہے اس نے اپنے متعلق صاف لکھا ہے کہ میں نے ایک ہزار ایجاد کی ہے ان میں سے سب سے بڑی ایجادیں ایک فوری خیال کی بناء پر ہوئی ہیں۔ درحقیقت یہی وہ کیفیت ہے جسے صوفی لوگ الہام کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

جانوروں کی تحقیقات میں سے شہد کی مکھی اور چیونٹی کی تحقیقات بہت وسیع ہوئی ہے۔ اس تحقیقات نے یہ ثابت کیا ہے کہ چیونٹیوں میں بہت بڑا بھاری نظام ہوتا ہے۔ یہ ہاتھوں سے بات کرتی ہے۔ انسان کی طرح اپنی لاش کی حفاظت کرتی ہے۔ غلے کا ڈھیر رکھتی ہے۔ سردی اور گرمی کے مکانات علیحدہ علیحدہ رکھتی ہے۔ چوبارے بناتی ہے۔ ایک قسم کا کیڑا ہے جس میں سے ایک مادہ نکلتا ہے جو چیونٹی کیلئے دودھ کا کام دیتا ہے ان کیڑوں کو یہ جمع کرکے اپنے گھروں میں رکھتی ہیں اور ان کی غذا کا خیال رکھتی ہیں اور جب غلہ میں کمی ہو تو تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ان کیڑوں کو پہلے غذا دیتی ہیں۔ پھر بچ رہے تو خود کھاتی ہیں۔ ان میں لڑائیاں بھی ہوتی ہیں۔ صلح بھی ہوتی ہے۔ غرض ایک وسیع نظام ان میں پایا جاتا ہے یہ سب ایک قسم کی وحی خفی کے نتیجہ میں ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد4صفحہ194)

محبت وشفقت، قربانی، ایثار و وفا کی پیکر

میری والدہ نیاز بیگم صاحبہ مرحومہ۔اہلیہ محترم چوہدری عبدالعزیز ڈوگر پنشنر تحریک جدید حال جرمنی

عبدالغفور ڈوگر۔فرنکفورٹ، جرمنی

خدا تعالیٰ کی سب سے پیاری تخلیق اور نعمت جو اس نے انسان کو عطا کی وہ ماں کا وجود ہے۔وہ ماں جس کا اس دنیا میں کوئی بدل نہیں۔ماں جو اپنے وجود کو مٹا کر اپنا تن من دھن اپنے گھر اور بچوں کی پرورش پر قربان کر دیتی ہے۔میں بھی ان خوش قسمتوں میں سے ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے محبت وشفقت سے معمور ایسی ماں عطا کی جنہوں نے زندگی کے آخری سانس تک شفقتوں کا یہ سلسلہ جاری رکھا۔آپ 2۔جولائی 2013 کو اکاسی (81) سال کی عمر میں مختصر علالت کے بعد اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی زندگی میں میرے لئے آپ سے ہمیشہ کی جدائی کا تصور بھی انتہائی تکلیف کا باعث ہوتا تھا۔لیکن آپ کے اچانک انتقال پر آپ کا صبر استقامت اور زندگی بھر خدا تعالیٰ کی رضا کی راہوں پر چلتے رہنے کا بیمثال اسوہ ہمارے لئے صبر کا باعث ہؤا۔آپ زندگی بھر خدا تعالیٰ کی رضا کی راہوں پر چلتی رہیں اور مشکل سے مشکل حالات میں بھی صبر اور شکر کا دامن کبھی نہ چھوڑا اور ہمیشہ اپنے خدا کے آگے اپنی ہر التجا پیش کرتی رہیں۔اللہ تعالیٰ کا یہ عظیم اعلان کُلُّ مَن علیھا فان و یبقی وجہُ ربّک ذوالجلال والاکرام۔(سورۃ الرحمٰن آیت نمبر27، 28) ہمارے لئے صبر کا ایک دائمی اور ابدی پیغام ہے اور آج ہم اپنے خدا کی رضا پر راضی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے کہ:۔"جنت ماں کے قدموں تلے ہے" اس ارشادِ مبارک کی تشریح کرتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا جنت ہر ماں کے قدموں تلے نہیں ہوتی۔ماں قدموں تلے خود جنت بناتی ہے۔

عمل صالح اور خدا کی راہ میں مجاہدات کرتے ہوئے اولاد کی بہترین تربیت کرنا قدموں تلے جنت بناتا ہے۔میں اپنی والدہ کی مجاہدانہ زندگی پر غور کرتا ہوں تو بڑے وثوق سے یہ کہتا ہوں کہ میری والدہ نے بھی ان راہوں پر چلتے ہوئے بڑی محنت سے اپنے قدموں تلے یہ جنت بنائی۔آپ کی اکاسی (81) سالہ زندگی خدا تعالیٰ کے فضلوں کی آئینہ دار ہے۔اس کا مشاہدہ ہم نے آپکی وفات کے بعد بھی کیا۔وہ اس طرح کہ جس دن آپ کی وفات ہوئی خوش قسمتی سے حضرت خلیفۃ الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرنکفورٹ شہر میں تشریف فرما تھے حضور نے اسی دن جماعت کے مرکز بیت السبوح کی مسجد میں بعد نماز مغرب وعشاء آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔جس میں ہزاروں کی تعداد میں مرد و زن احباب جماعت وخواتین نے شرکت کر کے آپ کی مغفرت کی دعا مانگی۔آپ موصیہ تھیں۔آپ کی تدفین فرنکفورٹ جرمنی کے Sud Friedhof میں اماتناً ہوئی۔جس میں احباب جماعت کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔فجزا ھم اللہ و احسن الجزا۔

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے جماعت کو جہاں بہت سی خوشخبریاں دیں وہاں یہ خوشخبری بھی دی کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک اس جماعت کو ایسے وجود عطا کرتا چلا جائے گا جو دین کی خاطر اپنی زندگیاں پیش کرتے چلے جائیں گے۔حضورؑ کی پیشگوئیوں کے مطابق اللہ تعالیٰ نے جماعت کو قربانیوں کے بیشمار پھل لگائے۔ان قربانیوں میں ایک انتہائی شیریں پھل وقفِ زندگی کا بھی ہے۔میری والدہ بہت خوش قسمت تھیں اور اپنی اس خوش قسمتی پر ناز کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک واقف زندگی کی شریک حیات ہونے کی توفیق عطا فرمائی اور حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی حضرت ماسٹر چراغ محمد صاحبؓ کی بہو۔آج سے چونسٹھ (64) سال پہلے جبکہ آپ کی عمر سترہ (17) سال تھی آپ کی شادی میرے والد محترم عبدالعزیز ڈوگر واقف زندگی سے قرار پائی اور آپ اس واقف زندگی کی ایک چھوٹی سی کٹیا میں آپ کے آنگن میں اتریں یہ عہد کر کے کہ وہ اپنے واقف زندگی خاوند کے شانہ بشانہ دین کی خاطر قربانیاں کرتے ہوئے زندگی بسر کریں

گی۔ آپ ایک متمول زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں مگر جب واقف زندگی کے گھر میں آئیں تو ازدواجی زندگی چونسٹھ (64) سال کا لمبا عرصہ بیمثال صبر و قناعت اور قربانی وایثار و وفا کرتے ہوئے گزارا۔ سادہ زندگی کو اس طرح اپنایا کہ دنیاوی خواہشات سے کلیتہً منہ موڑ لیا۔ حالانکہ یہ زمانہ مادہ پرستی کے لحاظ سے بڑی چکا چوند کا تھا۔ میں ہمیشہ اس بات پر حیران ہوتا ہوں کہ مادہ پرستی کی چکا چوند نے بڑی بڑی مادہ پرستی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کو شکست دی۔ آپ کے انتہائی سادہ کپڑے بھی ان کے اردگرد زرق برق لباسوں میں ملبوس خواتین کے سامنے ان کے اعتماد کو متزلزل نہیں کرتے تھے بلکہ وہ اس بات پر فخر کرتی تھیں۔ انہوں نے یہ سادہ زندگی اپنے دین کی سربلندی کے لئے اختیار کی۔

میری والدہ نے زندگی بھر کبھی کوئی ناجائز مطالبہ میرے والد صاحب سے نہیں کیا کبھی کوئی ایسی فرمائش نہیں کی جو ان کی استطاعت سے باہر ہو۔ واقف زندگی کی جو اوقات تھی اسی میں ہی بڑے صبر وشکر کے ساتھ گزارا کیا بلکہ گھریلو اخراجات کے لئے کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ آپ کی شادی کے ساتھ ہی والد صاحب کے پاس ان کے پانچ بھائی ربوہ میں تعلیم حاصل کرنے کے سلسلہ میں مقیم تھے۔ جب آپ بیاہ کر آئیں تو آپ کی عمر صرف 17 سال تھی۔ یہ عمر ہوتی ہے جس میں بچی ابھی بہت کچھ سیکھنے اور سکھانے کے عمل سے گزرتی ہے۔ کجا یہ کہ آپ کو ذمہ داریوں سے بھرا ہوا گھر ملا۔ لیکن آپ نے چھوٹی عمر میں بھی کمال درجہ ہنر مندی، محنت اور جانفشانی کے ساتھ ان ذمہ داریوں کو انتہائی خوش اسلوبی سے نبھایا۔ کوارٹر کی انتہائی تنگ رہائش میں خود تکلیف اٹھا کر ان کے آرام آسائش کا خیال کرتیں اور پوری کوشش کرتیں کہ وہ یکسوئی کے ساتھ اپنی تعلیم کی طرف توجہ کر سکیں۔ اپنے ساس سُسر کے ساتھ ہمیشہ بے حد عزت و احترام کا سلوک کیا۔ ان کی خدمت کو ہمیشہ ایک سعادت جانا۔

آپ خود سات بچوں کی ماں تھیں۔ لیکن ساس اور سُسر کی خدمت میں یہ مصروفیت کبھی بھی آڑے نہیں آئی اور اس طرح آپ اس قرآنی حکم پر عمل کرنے والی بنیں کہ ماں باپ جب بڑھاپے کی عمر کو پہنچیں تو ان کی خدمت سے کبھی تھکو نہیں۔ آپ کا ہر فعل خدا اور رسولؐ کے احکامات کی اطاعت میں گزرتا۔ اپنے خاوند سے بے انتہا محبت اور پیار اور فرمانبرداری کا سلوک کیا۔ زندگی کے تمام معاملات کو انتہائی خوش اسلوبی سے نبھایا۔ میرے والد صاحب کے ذمہ بعض ایسی ذمہ داریاں بھی رہیں کہ ان کا تعلق پورے شہر یعنی ربوہ کے مکینوں کے ساتھ رہا۔ لوگوں کے حالات و واقعات سے وہ باخبر ہوتے اور جہاں مدد کی ضرورت ہوتی اس کے لئے اپنی تمام صلاحیتیں وقف کر دیتے۔ میری والدہ نے اپنے خاوند کی اس خوبی کو قابلِ تقلید جانا اور جہاں ممکن ہوا اپنے دائرۂ اثر میں لوگوں کے گھریلو حالات سے انہیں باخبر رکھا اور جہاں بھی تعاون کی ضرورت پیش آتی اس کے لئے بیکل ہو کر ضرورت کو پورا کرنے پر مستعد ہو گئیں۔

ہمارا بچپن تحریک جدید کے کوارٹرز میں گزرا۔ کوارٹرز میں رہائش رکھنے والے سب واقفین تھے اور ایک خاندان کی طرح رہتے تھے۔ بچوں کا ایک دوسرے کے گھروں میں بلا روک ٹوک آنا جانا ایک معمول کی بات تھی۔ والدہ صاحبہ سب بچوں کے ساتھ شفقت کے ساتھ پیش آتیں۔ اخوت و محبت اور اپنائیت کے اس ماحول نے مرتے دم تک اپنا اثر دکھایا۔ ماضی کے وہ بچے اب بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھ رہے ہیں بلکہ ان میں سے پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں والے ہیں۔ لیکن جذبہ اخوت آج بھی اسی طرح زندہ ہے اور والدہ جب بھی جرمنی تشریف لاتیں کوارٹرز میں قائم ہونے والے تعلق کے ناطے سب سلام کرنے حاضر ہوتے اور والدہ کو سب نام ازبر تھے۔ والدہ کی زبانی بچپن کی شرارتوں کا سن کر سب محظوظ ہوتے۔

ربوہ کے پرانے خاندانوں کو ہمیشہ یاد رکھا اور جس خاندان کا کوئی فرد ان سے ملنے آیا تو ایک ایک کا نام لے کر سب کا حال احوال معلوم کرتیں اور خوش ہو کر خدا تعالیٰ کے فضلوں اور انعاموں پر اپنے رب کا شکر ادا کرتیں۔ آپ کی وفات پر انہی محبت کرنے والوں کے دنیا بھر سے تعزیت اور افسوس کے فون آئے۔ ہر ایک یہی کہہ رہا تھا کہ ہمیں محسوس ہو رہا ہے کہ آج ہماری والدہ ہم سے جدا ہو گئی ہیں۔

والد صاحب کی زندگی میں ایک ایسا مشکل وقت بھی آیا جب آپ کو وقف سے عارضی طور پر علیحدگی کا کڑوا گھونٹ پینا پڑا۔ والد صاحب ربوہ سے باہر منتقل ہو گئے۔ اگر چہ فیملی پر یہ ایک کڑا وقت تھا لیکن والدہ نے اس وقت کو بچوں کی خاص رنگ میں تربیت کے لئے ایک سنہری موقع جانا اور تمام اولاد کو نظامِ جماعت سے وابستگی اور خلیفہء وقت کی محبت اور اطاعت کا درس پہلے سے بھی بڑھ کر جوش و جذبہ سے دینا شروع کیا اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اس

زمانہ میں نظام جماعت سے وابستگی اور خلیفۂ وقت کی اطاعت کا جو رنگ ہم پر چڑھا وہ آج بھی ہمارے کام آرہا ہے۔

آپ اپنے خاندان میں اکیلی احمدی تھیں اور ایک بڑا خاندان غیر احمدی تھا لیکن آپ نے اپنے میکے سے نہ صرف پختہ تعلق رکھا بلکہ جہاں بھی ضرورت ہوتی آپ ان کی حتی المقدور مدد کرتیں۔ ایک وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مالی لحاظ سے خوب کشائش عطا فرمائی۔ آپ اپنے خاندان کی خوب مالی مدد بھی کرتیں، یتیموں بیواؤں کا بہت خیال کرتیں۔ کسی بچی کی شادی کروادیتیں، کسی کو بھینس خرید کر دے رہی ہیں۔ غرض کہ ہر قسم کی مدد کرتی رہتیں اور اگر اس پر لاکھوں بھی خرچ ہو گئے تو آپ نے پرواہ نہیں کی۔ اپنی ورثہ میں ملی ہوئی زمین اپنے بھائی کی اولاد کو دے دی۔

والد صاحب کی زندگی کے آخری سانس تک بے انتہا خدمت کی۔ آخری چند سالوں میں دل کی تکلیف بھی ہوگئی اور صحت کمزور رہنے لگی لیکن ہر وقت والد صاحب کی صحت و آرام کا خیال رہتا۔ خود تکلیف اٹھا کر ان کی تیمارداری کرتیں۔ آپ کو دو دفعہ حج بیت اللہ کی سعادت ملی۔ آپ احمدی ہونے کے بعد سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے علم کلام سے فیضیاب ہوئیں اور دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کے تعلق میں بڑھتی چلی گئیں۔ دعا پر کامل یقین تھا اور ہمیشہ کہتیں کہ میرے خدا نے مجھے وہ سب کچھ عطا کیا جو میں نے مانگا۔ اور اس کے لئے خدا کا بے حد شکر ادا کرتیں اور شکر ادا کرنے کا بہترین طریق وہی تھا جس کا میں نے اوپر ذکر کیا کہ غربا اور غریب رشتہ داروں کا بہت خیال کرتیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو کہ:۔

اِنّ اللّٰہ یامر بالعدل والاحسان وایتا ئی ذِی القربی (سورۃ نحل آیت 91) پورا کرنے والی بنیں۔ نماز کی ادائیگی بہت پابندی سے کرتیں اور نماز کو انتہائی سنوار کر ادا کرتیں۔ حضرت مسیحِ موعودؑ کے اس فرمان کو ہمیشہ مدنظر رکھتیں کہ نماز میں بہت دعا کیا کرو۔ خدا کی ذات پر پورا یقین اور اعتبار تھا اور اس کے در سے کبھی مایوس نہیں ہوتی تھیں۔ اپنی اولاد کے دل میں خدا کی محبت اور اس کے در سے مانگنے کی تلقین کرتیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دین کے معاملہ میں ہم نے اپنی والدہ کے عملی نمونہ سے بہت کچھ سیکھا۔ قرآن سے بے حد عشق تھا۔ کثرت سے قرآن کی تلاوت کی کوشش کرتیں اور ایک ماہ میں دس دس دفعہ قرآن کا دور مکمل کرتیں اور قرآنی احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کرتیں۔ دن میں سینکڑوں دفعہ درود شریف کا وِرد کرتیں۔ آپ نظامِ جماعت سے وابستگی کو اپنے لئے اعزاز سمجھتیں اور باقاعدگی سے جماعتی اجلاسات میں حاضر ہوتیں اور اپنی خوش خلقی اور محبت سے ہر دلعزیز تھیں۔ آپ کو اپنے حلقہ میں نائب صدر لجنہ کے عہدے پر خدمت کی توفیق ملی۔ حضور کا خطبہ جمعہ ایم ٹی اے پر دیکھتیں بلکہ ایم ٹی اے کے تمام پروگرام بہت شوق سے دیکھتیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح کا چہرہ دیکھتے ہی درود شریف کا وِرد شروع کر دیتیں۔ بلکہ وفات سے دو دن قبل طبیعت خراب تھی مجھے کہا کہ جرمنی کا جلسہ شروع ہے اور ایم ٹی اے Live پروگرام دیکھتی رہیں۔

والد صاحب 1974ء میں گرفتار ہوئے اور 1975ء میں ان پر قاتلانہ حملہ ہوا مگر میں نے کبھی اپنی والدہ کے چہرے پر فکر یا پریشانی نہیں دیکھی بلکہ ان قربانیوں پر خدا کا شکر ادا کرتیں کہ ہمارے حصہ میں آئی ہیں۔ آپ بے حد مہمان نواز تھیں۔ ہمارا خاندان ایک وسیع خاندان ہے۔ سارا سال مہمانوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے اور جلسہ سالانہ پر تو گھر کا چپہ چپہ مہمانوں سے پُر ہوتا لیکن میں دیکھتا کہ مہمانوں کی کثرت آپ کی خوشی کو اور بڑھا دیتی۔ اور ہر ایک کی مہمان نوازی کر کے آپ کو بیحد خوشی ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار بیٹوں اور تین بیٹیوں سے نوازا۔ سب خدا کے فضل سے اپنے گھروں میں آباد اور صاحبِ اولاد ہیں۔ خاکسار عبدالغفور ڈوگر گزشتہ 38 سال سے فرنکفورٹ جرمنی میں آباد ہے اور جماعت کے ابتدائی احباب میں شمولیت کا اعزاز حاصل ہے۔ دوسرے بیٹے عبدالرزاق صاحب ڈوگر بھی فرنکفورٹ میں ہیں اور گزشتہ کئی برسوں سے اپنے حلقہ کی جماعت کے صدر ہیں اور دینی خدمات میں پیش پیش رہتے ہیں۔ تیسرے بیٹے عبدالحنان ڈوگر ہیں جو ماشاء اللہ بہت کامیاب بزنس مین ہیں اور جماعت کی مالی خدمت میں بھی فراخ دلی سے حصہ لیتے ہیں۔

آپ کی بڑی بیٹی ریاض بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری رشید مبارک ڈوگر کینیڈا میں مقیم ہیں۔ دوسری بیٹی افتخار النساء صاحبہ اہلیہ قاضی محمد سلیمان یوسف صاحب یوکے میں آباد ہیں اور لجنہ کی ریجنل صدر ہیں۔ تیسری بیٹی زیب النساء صاحبہ اہلیہ چوہدری ناصر احمد صاحب ڈوگر صدر جماعت Schiedam ہالینڈ میں آباد ہیں۔ چوتھی بیٹی امتہ العزیز صاحبہ اہلیہ میاں شہزاد احمد کینیڈا میں مقیم

ہیں۔اپنی بیٹیوں کے بارہ میں ہمیشہ فرماتیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت اچھے داماد دیئے ہیں اور میری بچیاں اپنے گھروں میں بہت خوش ہیں۔ ماں کی محبتوں اور شفقتوں کا ذکر تو ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔ کتابوں پر کتابیں لکھے جاؤ تو یہ ذکر ختم نہ ہو۔

جہاں آپ نے ہر بچے سے محبت وشفقت کی وہاں میرے ساتھ بھی بے انتہا محبت اور احسان کا سلوک کیا ہمیشہ بڑا بیٹا ہونے کی وجہ سے گھریلو معاملات میں مشورہ ضرور کرتیں۔ بلکہ میرے بچوں اور بچیوں کے ساتھ بھی اور تمام پوتے پوتیوں نواسے نواسیوں کو بے پایاں محبت عطا کی اور ان کی تعلیم و تربیت میں بہت عظیم کردار ادا کیا۔ ان کے ساتھ ذاتی دوستی کا تعلق بنایا۔ آپ کو اس بات کا شدید احساس تھا کہ یہ سب یوروپ کے آزاد ماحول میں پرورش پا رہے ہیں۔ اس لئے بزرگوں کو ان بچوں کے ساتھ اپنے مقام سے نیچے اتر کر دوستی کا تعلق بنانا چاہیے اور اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ پہلے وہ بزرگوں کا احترام کریں تب ہم ان سے محبت کریں۔ آپ فرماتیں ہم جتنا بڑھ کر ان سے محبت اور شفقت اور دوستی بنائیں گے اتنا ہی وہ اپنی ثقافت اور مذہب کے قریب آئیں گے۔ والدہ کے اس بے مثال اسوہ نے ہمارے بچوں کی تربیت میں بہت اہم کردار ادا کیا۔

ماں کی ہمدردیوں کا سلسلہ کہیں رُکتا نہیں۔ میرے پہلے بچے جڑواں پیدا ہوئے تو میری بیٹی طلعت کو اس لئے اپنے پاس لے گئیں کہ اس طرح میرے بیٹے کا بوجھ ہلکا ہوگا اور اپنے دوسرے بچوں کا زیادہ خیال کر سکیں گی۔ میری بیٹی کی انہوں نے پرورش کی اور اس کی بہترین تربیت کی اور اس کو خدا نما انسان بنانے میں اپنی ساری صلاحیتیں صرف کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں میری والدہ پر۔ آپ جبتک زندہ رہیں ایک بے انتہا محبت وشفقت کرنے والے وجود کی طرح ہمارے پر سایہ فگن رہیں۔ آج ہم اگر چہ ان کی شفقتوں اور محبتوں اور دعاؤں سے ضرور محروم ہوگئے ہیں لیکن خدا کرے ہم ان کی خوبیوں اور نیکیوں کو اپنے وجودوں میں اس طرح زندہ کریں کہ ہم آپ کو اپنے اندر ہر وقت محسوس کریں۔ لوگ ہمیں پہچانیں تو ان کی نیکیوں کی وجہ سے پہچانیں۔ اے خدا جس طرح ہماری والدہ نے ہم سے محبت وشفقت کی تُو بھی ان سے ایسی ہی رحمت کا سلوک فرما۔ ان کو اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹ لے اور اپنے خلدِ بریں میں آپ کے درجات کو بلند کرتا چلا جا۔ آمین ثم آمین۔

نظم

مبارک احمد ظفر لندن

شیطان صفت لوگوں نے نارِ بُولہبی بھڑکائی ہے	دیکھ کے جس کو انسانیت آج بہت شرمائی ہے
سوہنی، سسّی، ہیر کے قصے بہت پرانے قصے ہیں	کائنات ، حرا، بشریٰ کی نئی کہانی آئی ہے
پائیں گے انعامِ الٰہی احمدی گجرانوالہ کے	ان کے حق میں چلنے والی رحمت کی پروائی ہے
آگ لگا کر جشن منانے والے ٹولے! یاد رہے	تیرے حصے ہر دو جگ میں ذلّت اور رُسوائی ہے
جس دھرتی کی قوم ہو ظالم قوم کے ساتھ وہ دھرتی بھی	مٹ جاتی ہے بات ہمیں قرآن نے یہ بتلائی ہے
کھا کر زخم بھی ہنستے رہنا ظفرؔ ہمارا شیوہ ہے	بات ہمارے پُرکھوں نے برسوں سے یہی سمجھائی ہے

صحت وتندرستی: صفائی

پانی، حلال پاک غذا، روزانہ ورزش

محمد ظفر وقار کاہلوں

☆ دینِ فطرت اسلام میں صفائی کی مرکزی اہمیت ہے اور صفائی کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔

☆ پسماندہ غریب ممالک میں بیشتر بیماریوں کی وجہ بیرونی اور اندرونی صفائی کا فقدان اور گندے پانی، ناقص غذا کا استعمال ہے۔

☆ بیماریاں جسم میں زہریلے فاسد مادوں کے خارج نہ ہونے اور فساد پھیلانے سے لاحق ہوتی ہیں، یعنی صفائی سے دوری کا نتیجہ۔

☆ بیماریوں سے بچنے کیلئے حلال اور طیب (پاک) غذا کھانی چاہئیے، غذا زیادہ مقدار میں کھائی جائے تو حلال غذا بھی بوجہ غیر طیب ہونے کے بیماریاں پیدا کرتی ہے، غیر طیب (ناپاک) غذا توانائی دینے کی بجائے موٹاپے اور مضر مادے جمع کر کے جسم کو بیماریوں کا مسکن بناتی ہے

☆ حادثے یا کسی اور وجہ سے زخم یا چوٹ لگ جائے تو صفائی اور متوازن صحت مند غذا سے جسم جلد شفایابی حاصل کر لیتا ہے۔

☆ تندرست رہنے کیلئے اور صحت کو بتدریج بہتر کرنے کیلئے صفائی اوّلین شرط ہے، بیرونی صفائی اور اندرونی صفائی دونوں ضروری ہیں۔

☆ بیرونی صفائی گھر، دفتر، کپڑوں، جوتوں کو صاف رکھنا، نہانا، جسم کے غیر ضروری بالوں کو کیمیکلز کی بجائے ریزر سے صاف کرتے رہنا۔

☆ اندرونی صفائی اچھی پاکیزہ غذا کھانا اور جسم کے اندر سے فاضل مادوں کو کماحقہ خارج کرنا، پیشاب، پاخانہ اور پیٹ کی گیس کو ہر ممکن جلد خارج کرنا۔

جسم کی اندرونی صفائی کے ذرائع

تازہ کھلی صاف ہوا میں سانس لینے کے ذریعہ

ورزش، گرم بھاپ (steam) سے جسم سے پسینہ کے ذریعہ

بکثرت پانی، قبض کشا غذا سے بافراغت پاخانہ اور پیشاب کے ذریعہ

ان تینوں طریق سے مختلف قسم کی اندرونی صفائی ہوتی ہے ان کے علاوہ مساج و مالش بھی مفید و موثر طور پر جسم کی اندرونی صفائی کرتے ہیں

☆ روزانہ بھرپور ورزش جس میں سانس پھول جائے، دل کی دھڑکن (ہارٹ بیٹ) تقریباً 150 تک ہو جائے، خوب کھل کر پسینہ آئے اور بوجہ پیاس لگنے، پانی پینے کے پیشاب اور پاخانہ کھل کر آئے ایسی ورزش تینوں طرح کی صفائی ایک تیر سے تین شکار کی طرح کرتی ہے۔

☆ بھرپور ورزش سے دل کی دھڑکن بڑھ جاتی ہے کیونکہ خون کی زیادہ مقدار جسم کے خلیوں کو درکار ہوتی ہے اس وجہ سے خون کی نالیوں میں خون کی تیز گردش سے خون کی نالیوں کی صفائی ہونے اور لچک بڑھنے سے زبردست فائدہ ہوتا ہے۔

☆ بھرپور ورزش سے جسم کے سب اعضا میں دورانِ خون بڑھنے سے تمام جسمانی نظام فعّال ہو کر مضر فاضل مادے خارج کرتے ہیں

☆ کھلی تازہ ہوا میں پچیس، تیس منٹ لمبے سانس لینا یعنی "پھیپھڑوں کو بھرپور بھر کر آٹھ، دس سیکنڈ روک کر پوری طرح ہوا خارج کرنا" بہت مفید ہے اور جو

لوگ تیز مرچ مسالوں میں فرائی کی بجائے ہلکے نمک ،کالی مرچ ، پیاز ،لہسن ،ادرک وغیرہ ملا کر نیم اُبلی سبزی جبکہ گوشت یخنی سوپ بنا کر کھانا

☆ نہار منہ نیم گرم پانی میں ایک چمچ شہد ملا کر پینا ،صاف ستھرا رہنا ، رفع حاجت اور ہوا خارج ہونے پر پانی سے صفائی کرنا اور باوضو رہنا۔

☆ جسم کے فاضل زہریلے مادے بوجہ قبض ہو جانے پسینہ نہ آنے اور آلودہ ہوا میں سانس لینے سے جسم کی اندرونی گندگی کا موجب بنتے ہیں اور ہائی کولیسٹرول ، ہائی بلڈ پریشر کی وجہ سے ،دل کے امراض ، فالج ،شوگر ،کینسر اور دیگر خطرناک امراض لاحق ہونے کا باعث بنتے ہیں۔

☆ صحت کو دیگر روزمرّہ اُمور پر مقدم رکھنا چاہیے ، باقاعدگی سے وزن کرنے کیلئے وزن کرنے کا سکیل اور باقاعدگی سے بلڈ پریشر جاننے کیلئے بلڈ پریشر مانیٹر گھر میں رکھنا چاہیے ، گاہے بگاہے عطیہ خون دینے سے کولیسٹرول لیول کا بھی علم رہتا ہے۔

اندرونی جسمانی صفائی معلوم کرنے کے کچھ پیمانے

1 ۔ وزن بڑھ جانا ، مثلاً قد "5:7 ہو تو وزن تقریباً 57 kg ،بہتر اندازہ کیلئے BMI

2 ۔ بلڈ پریشر بڑھ جانا بالخصوص نچلا ۔ Normal BP 120/80, Normal heart beat <80

3 ۔ کولیسٹرول لیول بڑھ جانا ۔ Normal level<199, Normal LDL< 70

☆ صحت کو دیگر روزمرّہ اُمور پر مقدم رکھنا چاہیے ، باقاعدگی سے وزن کرنے کیلئے وزن کرنے کا سکیل اور باقاعدگی سے بلڈ پریشر جاننے کیلئے بلڈ پریشر مانیٹر گھر میں رکھنا چاہیے ، گاہے بگاہے عطیہ خون دینے سے کولیسٹرول لیول کا بھی علم رہتا ہے۔

جسم میں اندرونی صفائی بگاڑنے اور تباہ کرنے والی عادات اور غذائیں:

سگریٹ نوشی ، شراب ، دیگر نشے	سیر ورزش نہ کرنا ، باقاعدہ غسل نہ کرنا	پریشانیاں ، ذہنی تفکرات ، ڈیپریشن
سہل انگاری ، دفتری کام ، کرسی پر بیٹھے رہنا ، کتابی کیڑا بننا ، جسمانی مشقت سے بچنا	پرخوری ، پیٹوپن ، وقفے وقفے سے کچھ نہ کچھ کھاتے پیتے رہنا ، پانی کم پینا ، وزن بڑھنے کی پرواہ نہ کرنا	فاسٹ فوڈ ، ٹن پیک اشیأ ، چائے کافی ، ریڈ میٹ ، مکھن ، چیز ، بسکٹ ، سموسے پکوڑے ، ڈونٹ ، وہائٹ بریڈ
ٹی وی ، انٹرنیٹ ، کمپیوٹر اور ویڈیو گیمز میں پھنسے رہنا	ایلو پیتھک دواؤں اور ملٹی وٹامنز کا غیر ضروری اور بار بار استعمال	لیٹ سونا ، لیٹ جاگنا ، 8-7 گھنٹے کی نیند پوری نہ کرنا ، اوور ٹائم لگانا ، ڈبل جابز کرنا

جسم میں اندرونی صفائی برقرار رکھنے اور صفائی کرنے والی عادات اور غذائیں

میسر تمام موسمی پھل ، فروٹ کھانا خصوصاً بیریز ، بادام ، خشک میوہ جات	بکثرت پانی پینا ، باقاعدہ غسل ، رمضان کے بعد بھی گاہے بگاہے روزے رکھنا	فائبر والی اشیأ ، اسپغول ، ہول وہیٹ اضافی چھان ، چوکر ملا آٹا ، چکوترا

سٹیم باتھ، گرم اور ٹھنڈے پانی کے غسل (جرمن محقق لوئیس کوہنی نے اس ضمن میں زبردست تحقیق کی ہے)	ورزش، لمبی سیر، جسمانی کسرت والی کھیلیں، کھلے پُر فضا باغ یا غیچہ میں لمبے سانس لینا، یوگا کرنا	ہلدی، ادرک، پودینہ، الائچی، لہسن، پیاز، دار چینی، دھنیہ، زیرا، کالی مرچ، سُچی بُوٹی، کلونجی، شہد
نیم کے پتوں یا تخم نیم کا رس، لہسن، پیاز، گاجر، مولی کا کچا استعمال	سلاد، سبزیاں، بمع چھلکا دلیہ اور دالیں، السی، مچھلی	اطریفل: آملہ، ہریڑ، بھیڑے کا سفوف وقتاً فوقتاً روزانہ ایک چمچ

روزے جسم کی صفائی خوراک میں کمی کرنے سے کریں گے، سحر اور افطار پر ٹھونس کر پیٹ بھرنے سے محض رزق ضائع ہوگا۔

☆ دانتوں کی صفائی: ہر کھانے کے بعد برش کرنا چاہیئے خصوصاً رات سونے سے قبل اور صبح ناشتہ سے قبل اور بعد، اسلام میں مسواک یعنی دانتوں کی صفائی کی سخت

☆ تاکید ہے، دانتوں کی عدم صفائی سے منہ سے بدبو آتی ہے اور کئی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں

☆ عطیہ خون: خون دینے سے جسم نیا خون پیدا کرتا ہے، جب عطیہ خون دینا ممکن نہیں تھا تو لوگ حجام سے خون نکلواتے تھے، آج کے دور میں بھی پھوڑوں سے

☆ جونک (Leech) کے ذریعہ خون نکلوایا جاتا ہے۔ عطیہ خون، تندرستی کے علاوہ نیکی بھی ہے

☆ خوش رہنے اور ہنسنے سے دوران خون تیز ہو کر صفائی کا باعث بنتا ہے، "Laughter is the best medicine" بالکل سچ ہے

☆ تازہ قدرتی پھولوں کی خوشبو اور نفیس پرفیوم، عطر جسم میں لطیف صفائی، نفاست اور روحانی پاکیزگی، جبکہ بدبُو اور تعفن، جسم میں گندگی، بیماری اور روحانی کثافت کا باعث بنتی ہے۔ خوشبو نبی اکرم ﷺ کو بہت محبوب تھی۔

گندگی خدا سے دُوری پیدا کرتی ہے اور دین و دُنیا کا خسارہ ہے۔ بجا طور پر کہا جاتا ہے "صفائی میں خدائی ہے"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا

''ہمارا مدعا یہ ہونا چاہیئے کہ ہماری تالیفات جو جواہرات تحقیق اور تدقیق سے پُر اور حق کے طالبوں کو راہِ راست پر کھینچنے والی ہیں جلدی سے اور نیز کثرت سے ایسے لوگوں کو پہنچ جائیں جو بری تعلیموں سے متاثر ہو کر مہلک بیماریوں میں گرفتار یا قریب قریب موت کے پہنچ گئے ہیں اور ہر وقت یہ امر ہمارے مدّ نظر رہنا چاہیئے کہ جس ملک کی موجودہ حالت ضلالت کے سم قاتل سے نہایت خطرہ میں پڑ گئی ہو بلا توقف ہماری کتابیں اس ملک میں پھیل جائیں اور ہر ایک متلاشی حق کے ہاتھ میں وہ کتابیں نظر آویں۔'' (فتح اسلام، روحانی خزائن جلد نمبر3 صفحہ27)

''جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سُنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔'' (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد18 صفحہ403)

''اس وقت ہم پر قلم کی تلواریں چلائی جاتی ہیں اور اعتراض کے تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اپنی قوتوں کو بیکار نہ کریں اور خدا کے پاک دین اور اس کے برگزیدہ نبی ﷺ کی نبوت کے اثبات کے لئے اپنی قلموں کے نیزوں کو تیز کریں۔'' (ملفوظات جلد اول صفحہ 150)

معاندین ومکفّرین احمدیت سے مخاطب ہوکر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

''دیکھو کیا کہتی ہے تصویر تمہاری''

الہام حضرت مسیح موعودؑ (تذکرہ صفحہ 88) پہ ایک تضمین

ڈاکٹر طارق احمد مرزا۔آسٹریلیا

اُس حضرتِ باری کے ثناخواؤں سے سُن لو عرفان کے سب بادِیہ پیماؤں سے سُن لو
اور علمِ قِیافہ کے داناؤں سے سُن لو تصویرِ صداقت ہے یہ تصویر ہماری
''دیکھو کیا کہتی ہے تصویر تمہاری''

یہ وہ رُخِ انور ہے جو خوابوں میں دِکھا ہے بُرّاق کِرن بن کے ہراک سمت ڈھلا ہے
مہ پارہ صِفت شیشوں کے خوانوں میں سجا ہے1 اِک مائدہ ، اِک دعوتِ تبشیر تمہاری
''دیکھو کیا کہتی ہے تصویر تمہاری''

آ گیا چارہ گرِ عصرِ بیمار کا وقت 'یَضَعُ الحَرب' کا،امن کے سالار کا وقت
دُشمنِ دِیں پہ براہین کی یلغار کا وقت ہو جائے قلم کاش کہ شمشیر تمہاری
''دیکھو کیا کہتی ہے تصویر تمہاری''

اِس حُسن کی چمکاریں لپکیں جو ستاروں تک یہ شجرِ وجود اپنا پھیلا جو بہاروں تک
پیغامِ خدا پہنچا دنیا کے کناروں تک کیوں اس سے طبیعت ہوئی دلگیر تمہاری
''دیکھو کیا کہتی ہے تصویر تمہاری''

افسوس کہ شورشِ تکفیر چلا بیٹھے تحقیر سے دیکھا اور تصویر جلا بیٹھے
ہرسمت مخالف سے ہر تیر چلا بیٹھے ناکام رہی لیکن ، ہراک تدبیر تمہاری
''دیکھو کیا کہتی ہے تصویر تمہاری''

مجسّم صورتِ تخریب ہے تعمیر تمہاری عدوِ امن و ایماں ہے ہراک تقریر تمہاری
یہ غیر آئینی 'ترامیم' ہیں تحریر تمہاری ہے دستورِ جہالت وجہِ تشہیر تمہاری
''دیکھو کیا کہتی ہے تصویر تمہاری''

گھٹتے ہوئے سائے ہیں جاگیر تمہاری کیا خواب ہوئی شرمندۂ تعبیر تمہاری
دُنیا میں کیا رہ گئی توقیر تمہاری عزت ہوئی میری ، تو تحقیر تمہاری
''دیکھو کیا کہتی ہے تصویر تمہاری''

یک طرفہ محبت کا اظہار بھلا کب تک اے دُشمنِ جاں تم سے تکرار بھلا کب تک
تم بھی تو ذرا سوچو انکار بھلا کب تک اقرار سے اعراض ہے تقصیر تمہاری
''دیکھو کیا کہتی ہے تصویر تمہاری''

یہ جرأتِ رندانہ جب پیشِ خدا ہوگی اک قرض و وبالِ جاں ہر شوخ ادا ہو گی
حق دیکھ کے ٹھکرانا ،کیا اس کی سزا ہو گی یہ تم کو بتا دے گی تقدیر تمہاری
''دیکھو کیا کہتی ہے تصویر تمہاری''

تصویر کُشا لب ہے، نصیحت کرو حاصل ''گستاخ اَکھیں''دِید کی لذّت کرو حاصل
ایمان کی، ایقان کی دولت کرو حاصل اِس راہ میں اچھی نہیں تاخیر تمہاری
''دیکھو کیا کہتی ہے تصویر تمہاری''

ا۔ ''مہ پارہ صفت شیشوں'' سے ٹی وی اور کمپیوٹر کی سکرین مراد ہیں!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا

''اس سے زیادہ اور میں کچھ نہیں کہتا کہ تم لوگ ایک ایسے شخص کے ساتھ پیوندر کھتے ہو جو مامور من اللہ ہے۔ پس اس کی باتوں کو دل کے کانوں سے سنو اور اس پر عمل کرنے کے لئے ہمہ تن تیار ہو جاؤ۔ تا کہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو اقرار کے بعد انکار کی نجاست میں گر کر ابدی عذاب خرید لیتے ہیں۔'' (ملفوظات جلد اول ص65)

''سلسلہ تحریر میں میں نے اتمام حجت کے واسطے مفصل طور سے پچھتر کتابیں لکھی ہیں اور ان میں سے ہر ایک جداگانہ طور سے ایسی جامع ہے کہ اگر کوئی طالب حق اور طالب تحقیق ان کا غور سے مطالعہ کرے تو ممکن نہیں کہ اس کو حق و باطل میں فیصلہ کرنے کا ذخیرہ بہم نہ پہنچ جاوے ہم نے اپنی عمر میں ایک بھاری ذخیرہ معلومات کا جمع کر دیا ہے۔'' (ملفوظات جلد پنجم ص 578)

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

برجیس کوثر

1920ء کی بات ہے میرے نانا جان محترم عزیز خان صاحب آف بینگلور، ہندوستان کو اُنکے دوست محترم بی ایم رحیم صاحب جو ایک صحابی کے بیٹے تھے، احمدیت کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ نانا جان نے کبھی احمدیت کی مخالفت تو نہیں کی تھی لیکن انہیں حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کی نوعیت اور صداقت سمجھ میں نہ آسکی۔ وہ ہمیشہ اپنے دوست سے اس موضوع پر سوال کرتے رہے اور خاطر خواہ تسلی نہ ہونے پر آگے نہ بڑھ سکے اور بیعت نہ کی۔

بہر حال تقریباً بیس سال کے بعد میرے والد صاحب' محترم خلیل احمد صاحب، ملازمت کے سلسلے میں حیدر آباد دکن شفٹ ہو گئے۔ اس کے بعد غالباً 1970ء کے دہاکے میں ہمارے پڑوس میں میرے بھائیوں کے ایک دوست کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ اس وقت میرے بھائی تبلیغی جماعت کے نہایت سرگرم رکن تھے۔ تبلیغی جماعت کے اکثر ممبران علم حدیث کے بہت ماہر ہوتے ہیں۔ ان کا دینی رجحان بھی اعلیٰ پائے کا تھا۔ میرے بھائی اور اس احمدی دوست کے درمیان اکثر بحث مباحثہ ہونے لگا۔

ایک دن ہماری پڑوسن یعنی میرے بھائی کے دوست کی بیوی، جماعت حیدر آباد کے مربی صاحب کو ہمارے گھر لے آئی۔ میری امی جان نے پردے کے پیچھے سے اپنی دینیات کی کتاب کے حوالے سے مربی صاحب سے بہت سے سوال پوچھے۔ ایک سوال جو مجھے یاد ہے وہ یہ تھا کہ ''کیا رمضان کے مہینہ میں چاند اور سورج گرہن لگا؟'' مربی صاحب نے جواب دیا ہاں جی لگا اور پھر اس کے بعد اور تفصیلی گفتگو فرمائی۔ اس کے بعد جو باتیں اس دینیات کی کتاب میں مسیح موعود کی صداقت کے بارے میں لکھی ہوئی تھیں وہ امی جان نے مربی صاحب سے دریافت کیں۔

مربی صاحب سے اس گفتگو کے کچھ ہی عرصہ کے بعد میرے چھوٹے بھائی 'وقار' کو احمدیت کی قبولیت کی سعادت نصیب ہوگئی۔ وقار بھائی حضور علیہ السلام کی کتابیں پڑھتے اور امی جان اور مجھے ان کے بارے میں بتاتے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیمات سننے کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ تقریباً پانچ یا چھ مہینے کے بعد میری امی جان نے ایک بزرگ کو جو سفید لباس پہنے ہوئے تھے رؤیا میں دیکھا اور وہ قرآن شریف کی کچھ آیات پڑھ کو امی جان پر پُھونک رہے ہیں جس کی وجہ سے امی جان کو تسلی اور خوشی کا احساس ہوتا ہے۔ امی جان کہتی ہیں کہ ان کا یہ خوشگوار احساس اگلے متواتر تین دن تک جاری رہا۔ اسی دوران میں نے بھی ایک رؤیا دیکھی کہ میں اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ رات کے وقت اپنے گھر کے پچھلے آنگن میں کھڑی ہوں۔ میرا بھائی چاند جو بدر کامل کی مانند تھا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ دیکھو مسیح موعود علیہ السلام آگئے ہیں۔ اس کے بعد میری آنکھ کُھل گئی۔ میری اور میری امی کی رؤیا سے مکمل طور پر جماعت کی صداقت کی بابت تسلی ہو چکی تھی، ہم نے شرح صدر سے احمدیت سے وابستگی کی بیعت کی اور خدا کے فضل سے جماعت میں شامل ہو گئے۔

مربی صاحب کو جب ہمارے قبول احمدیت کے بارے میں معلوم ہوا اور یہ بھی پتہ چلا کہ ہمارے نانا جان تک بھی احمدیت کا پیغام پہنچا تھا لیکن وہ بیعت نہیں کر سکے تو انہوں نے ہمیں بتایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا ایک ارشاد ہے کہ جن لوگوں کو احمدیت کی تبلیغ کی جاتی ہے اور وہ اس کو قبول نہیں کرتے لیکن ان کی اولاد اس کو قبول کر لے گی۔ ہمارے خاندان میں احمدیت کا نفوذ آپؑ کے اس ارشاد کی صداقت کا ثبوت ہے، الحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

نظم

مدثر احمد نقاشؔ۔فن لینڈ

حضرت مسیح موعودؑ کے اس مصرعہ (سوچ لو اے سوچنے والو کہ اب بھی وقت ہے) کی روشنی میں

سوچ لو اے سوچنے والو کہ اب بھی وقت ہے

بات کیا تھی کہ تمہارے خواب سارے لُٹ گئے　کیوں فقط تم راستوں میں خاک چاٹتے رہے
کیوں بھلا آنگن تمہارے خون سے رنگین ہیں　کیوں تمہارے گھر میں بچے بھوک بانٹتے رہے
کس ہزیمت سے پڑا پالا کہ شرمندہ رہے　کس کے کہنے پر مقدر لات مارتے رہے
کیوں تمہارے شہر کی گنجان بستیوں کے بیچ　جن چڑیلیں آ بسیں اور بھوت ناچتے رہے

سوچ لو اے سوچنے والو کہ اب بھی وقت ہے

اِک مسلماں ہو کے کیوں تم بد سے بھی بد حال ہو　کیا تماشا ہے کہ اپنے حال سے بے حال ہو
ہر نعمت میسّر پھر بھی خستہ حال ہو　بس بدی اور ظلم کرنے میں ہی مالا مال ہو
اب تو دنیا کے لئے عبرت کی اک مثال ہو　وحشت و دہشت کی بدتر بگڑی ہوئی اشکال ہو
دشمنوں کی سازشوں پر کس قدر نڈھال ہو　یا تو سودائی ہو یا پھر عقل سے کنگال ہو

سوچ لو اے سوچنے والو کہ اب بھی وقت ہے

کون زخموں پر تمہارے درد سے لاچار ہے　کون حقیقت میں مسلماں قوم کا غم خوار ہے
کس کے آنے سے خزاں جاتی رہی اسلام کی　کون آج آلِ محمدؐ کا سپہ سالار ہے
گالیاں سن کے دُعا دینا ہے کس کا کام آج　کون آج توحید کا واحد علمبردار ہے
ایک مدّت سے بلاتا ہے تمہیں اپنی طرف　کون ہے جو مہدیٔ دوراں کا دعویدار ہے

سوچ لو اے سوچنے والو کہ اب بھی وقت ہے

دعا

(عفیفہ نجم)

اے میری جاں کے مالک!
اے میرے ربِّ رحماں!
میرے دل پہ ہاتھ رکھ دے
یہ جو غم مجھے ملا ہے
اس غم کی سرکشی سے
کہیں دل ہی پھٹ نہ جائے
دکھوں کا یہ تلاطم
اسے چیر کر نہ رکھ دے
اشکوں کے سَیل میں یہ
کہیں ڈوب ہی نہ جائے.....

گھائل ہے روح میری
ہیں اشکبار آنکھیں
چھلک رہا ہے خوں بھی
اس دلِ حزیں سے
میرے زخم رِس رہے ہیں
اپنے کرم سے رکھ دے
صبر کے تُو پھاہے
اپنی رضا کی مرہم
یہ رِستے زخم بھر دے....

وہ کس قدر تھا پیارا
ہمدرد و مہرباں تھا
کرتا تھا وہ مداوا
احتیاج و بے کسی کا
وہ ایک تھا مسیحا
بھرتا تھا زخم دل کے
لے کے نام تیرا
اور خلوصِ دل سے
تو نے دیا تھا اس کو
وہ مہربان دل جو
بے چین سا تھا رہتا
دنیا کے المیوں پر
انسانیت کے خوں پر
اور دل کی سختیوں پر.....

وہ تیرا بندہ عابد
بس لَو لگی تھی تجھ سے
نہ تھی غرض کسی سے
نہ کوئی دشمنی تھی
کوئی غرور نہ تھا
دوست تھا وہ سب کا
وہ پیارا بھائی میرا
وہ تیرا بھی تھا پیارا
مہدی علی قمر تھا.....

لب پہ تھی مسکراہٹ
آنکھوں میں اک حیا تھی
پیاری سی اک چمک تھی
اور ایک روشنی تھی....
کس نے بجھا دی پل میں
وہ روشنی قمر کی
کیوں کیا ہے چھلنی
وہ مہربان دل جو
تڑپتا تھا غم پہ سب کے....

خونِ جگر سے سینچا
ربوہ کی سرزمیں کو
ہو کے شہید پایا
عرشِ بریں پہ رتبہ

کیسے جواب پاؤں
کیونکر سکون پاؤں
یہ زخم کب سلیں گے
اس چاک چاک دل کے
رحم کر دے مجھ پر
تو ہی سکون دے دے
دلِ مضطرب کو میرے
فریاد سن دُکھی کی

دیوارِ شرّ گرا دے
باطل کو تُو مٹا دے
حق کی آہ سن لے
وہ جو سانس چھینتے ہیں
وہ خدا جو بن گئے ہیں
تُو خدائی ان سے لے لے

وہ ایک باغباں تھا
کرتا تھا آبیاری
اپنے حسیں چمن کی
نوخیز تین بُوٹے
مہدی کے گلستاں کے
نہ کریں ملول ان کو
فرقت کی تند ہوائیں
معصوم ناسمجھ ہیں
اے میرے پیارے مولیٰ
کر ان کی خود حفاظت
صبر و رضا عطا کر
خلوص و وفا عطا کر
چمکیں وہ آسماں پر
چاند بن کے ایسے
جیسے وہ چاہتا تھا........

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنــــاصر

لندن

Z-4/9/14

مکرم کریم اللہ زیروی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرف سے محترم ڈاکٹر مہدی علی صاحب شہید پر احمدیہ گزٹ کا خصوصی شمارہ موصول ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور احباب جماعت کو اس سے بھرپور استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا اور آپ کی جملہ ٹیم کا حامی و مددگار رہو اور آپ سب کی صلاحیتوں میں ہمیشہ نکھار پیدا فرماتا رہے۔ آمین

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس